DHAKA COACHING CENTRE

JOIN FOR MORE!!!

(حصہ نثر)

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴾سبق: فاقہ کا روزہ﴿

سوال : مندرجہ ذیل اقتباسات کی وضاحت کیجیے۔

جواب: تقدیر ان کو ٹھوکریں کھلواتی ہے جو تاجوروں کے ٹھوکر مارے تھے قسمت نے ان کو بے بس کر دیا جو بے کسوں کے کام آتے تھے۔

تشریح:

مرزا شہ زور کی والدہ کے ادا کیے ہوئے یہ جملے وہ الفاظ وہ پیغام ہے جن میں فلسفہ زندگی مضمر ہے۔ زندگی کا تجربہ پوشیدہ ہے ہر بات وقوع پذیر ہو جاتی ہے ہر لمحہ گزر جاتا ہے زندگی کے لمحات میں انسان کی زندگی کے شب و روز میں حالات و واقعات میں انسان کے لئے خوشی کے لمحات بھی آتے ہیں اور غم و پریشانیاں بھی ان تمام اتار چڑھاؤ میں عبرت کا سامان موجود ہے انسان کو اپنے تلخ تجربات سے فہم و فراست حاصل ہوتی ہے وہی زندگی کا نچوڑ آیا عقلمند نصیحت حاصل کرتا ہے نادان عبرت نہیں پکڑتا وہ جو کبھی تاجور تھے اب تقدیر کے جوتے چٹخاتے تھے۔ وہ جو قسمت کے دھنی تھے آج قسمت کی ٹھوکر پر تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

(ب)۔ اقتباس: **اگرچہ ہم مٹ گئے مگر ہماری حرارت نہیں مٹی میدان میں نکل کر مرجانا یا مار ڈالنا اور تلوار کے زور سے روٹی لینا ہمارا کام صدقہ خوری ہمارا شیوہ نہیں۔**

وضاحت:

جب دو روزے لگا تار فاقے سے رکھے گئے تو مرزا شہ زور گاؤں کے چودھری کی دی ہوئی زکوٰۃ کے پانچ روپے کو ہی غنیمت سمجھتے ہوئے خوشی خوشی والدہ کے پاس لے آئے جس کے بارے میں معلوم ہونے کے بعد آگ بگولہ ہوئیں اور کہنے لگی کہ سلطنت دہلی ختم ہوئی ہے لیکن جذبے اور ہمت ابھی زندہ ہے۔ تیموریوں کا خون رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ لہٰذا میدان عمل میں جہدِ مسلسل کرنا اور کرنا ان کا عمل ہے۔ صدقہ کھانا ان کا طریہ نہیں ہے۔

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

#	الفاظ و محاورات: معنی	جملے
i	زنان خانہ	دہلی کے لال قلعے میں عورتوں کے لئے زنان خانہ تھا۔
ii	مغموم	مری میں سیاحوں کی ہلاکتوں نے دل کو مغموم کر دیا۔
iii	عجب بہار ہونا	رمضان کے مہینے میں مسجدوں میں عجب بہار ہوتی ہے۔
iv	مکلّف۔ محل	محل سلطانی سے متعدد مکلّف خوان جامع مسجد بھیجے جاتے تھے۔
v	زیروزبر ہونا	بہادر شاہ ظفر کے آخری دور میں دہلی زیروزبر ہوگئی۔
vi	ماما گیری	سلطنت دہلی کی تباہی کے بعد امراء کی بیگمات ماما گیری کرنے پر مجبور ہوگئیں۔
vii	دلاسا دینا	اپنے والد کے انتقال پر عاصم اپنی بہن کو دلاسا دینے لگا۔
viii	مکدر	ٹرین حادثے کی خبر نے شہر کی فضا مکدر رکھا۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال: تھن خان کے گانے سے اکتا کر اماں حضرت نے کیا حکم صادر فرمایا؟

جواب: تھن خان کے گانے سے اکتا کر اماں حضرت نے حکم صادر فرمایا کہ رمضان میں گانے بجانے کی محفلیں بند کی جائیں۔

سوال: مصاحب نے مرزا صاحب کو کیا مشورہ دیا؟

جواب: مصاحب نے مرزا صاحب کو مشورہ دیا کہ شام کو افطاری سے پہلے جامع مسجد تشریف لے جائیں عجب بہار ہوتی ہے رنگ بہ رنگ کے آدمی جمگھٹے دیکھنے میں آئیں گے خدا کے دن ہے۔ خدا والوں کی بہار دیکھیئے۔

سوال: رمضان میں افطاری کے وقت کیا سماں تھا؟

جواب: افطار کے لئے سیکڑوں خوان افطاری کے آنے لگے خاص محل سلطانی سے خاص خوان مسجد بھیجے جانے قلعے کی بیگمات سامانِ افطار ایک سے بڑھ کر تیار کر دی ہر ایک دورے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر دیا تھا۔

سوال: مرزا صاحب کو کیا بات اچھی لگی کہ وہ باقاعدہ مسجد آنے لگے۔

جواب: مرزا صاحب کو دینی چرچے اور انتظام افطاری اچھی لگی۔ مسجد کی عجب نورانی فضا اور حلقہ دینی پسند آیا یہ برکت اور چہل پہل ان کو بھلا

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

معلوم ہوا کہ وہ باقاعدگی سے مسجد جانے لگے انہیں مسجد کی رونق، عبادت ذکر واذکار چھا لگا تھا۔

سوال: کل جدید لذیذ سے کیا مراد ہے۔

جواب: یہ ایک عربی ضرب المثل ہے جس کے معنی ہیں کہ ہر نئی چیز میں لطف ہوتا ہے۔

اقتباسات کی وضاحت۔

(الف): تقدیر ان کی ٹھوکریں کھلواتی ہے جو تاجوروں کے ٹھوکر مارتے تھے قسمت نے ان کو بے بس کر دیا جو بے کسوں کے کام آتے تھے۔

حوالہ: درج بالا اقتباس اردو اردو کی درسی کتاب کے سبق فاقے کا روزہ سے لیا گیا ہے جس کے مصنف خواجہ حسن نظامی ہیں یہ سبق آپ کی کتاب ''بیگمات کے آنسو'' سے لیا گیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

اقتباس:

اس سبق میں آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے خاندان کی عبرت ناک کہانی کو بیان کیا گیا۔ جب تیموریوں کی عظیم سلطنت تباہی کے دہانے پر تھی بہادر شاہ ظفر کی گرفتاری بعد قلعے کے باقی ماندہ لوگوں نے کس طرح اپنی جان بچائی اور کس طرح کے حالات کا سامنا کیا۔ گھر سے بے گھر کیا ہوئے حالات کے زور پر آ گئے۔ گردش ایام کے ایسے پھیر میں آنے وہ جو رمضان میں سیکڑوں محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے اب رمضان کے مہینے میں دانے دانے کو محتاج تھے۔ قسمت کے ہاتھوں مجبور اور پریشان تھے۔

خلاصہ:

یہ کہانی مغلیہ دور کے آخری تاجدار بادشاہ ظفر کے اہل خانہ کی آپ بیتی ہے۔ جو باعث عبرت داستان ہے جسے خواجہ حسن نظامی نے رقم طراز کیا ہے کہانی کا آغاز مرزا سلیم بہادر جو کہ ابو ظفر بہادر شاہ ظفر کے بھائی کے واقعے سے کیا گیا ہے وہ مردانہ حصے میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ان کی والدہ نہیں زنانہ حصے میں طلب کرتی ہے اور حکم دیتی ہے کہ رمضا میں گانے بجانے کی محفلیں بند کی جائے اگرچہ دل اس پر راضی نہیں پھر مصاحب میں ایک انہیوں مشورہ دیتا ہے کہ وہ جامع مسجد تشریف لے جائیں اگے دن جب وہ جامع مسجد جاتے ہیں ان کو مصاحب بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں وہاں چاروں طرف اللہ والوں کو ہجوم ہوتا ہے۔ ہر کوئی عبادت میں مشغول ہوتا ہے، باوجود دن رات کے مشاغل کے گھر میں بھی عبادت اور سحر و افطار کا انتظام دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

DHAKA COACHING CENTRE

مغلیہ سلطنت کی تباہی کے معد مرزا سلیم کے ایک بھانجے شہزور سے خواجہ حسن نظامی کی ملاقات ہوئی ان سے اصرار پر محمد رکا قصّہ اور تباہی کا افسانہ سنا اور اسے یہاں بیان کیا۔ جب انگریزوں نے دلّی پر قبضہ کرلیا بہادر شاہ گرفتار کر لئے گئے شہزادہ شبیز ور اپنی والدہ، بہن اور بیوں کو لے کر وہاں سے نکلے قطب شاہ پہنچے چھتر پور کے قریب سارا سامان لوٹ لیا گیا۔ دکھ اور پریشانی کے ساتھ ساتھ ہمت باندھی قیب ہی گاؤں میں قیام کیا کبھی بیماری نے دبوچھا اور کبھی وہم کے مشکل کے دن بڑنے اور کٹھن تھے بیماری میں شاہی علاج کروانے والے مجبور تھے۔ یہاں تک کہ گاؤں کے چودھری نے مسودا منگوا کر دیا۔ رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوگیا۔ سحر وافطاری کے لئے کوئی سامان نہ تھا یہاں تک کہ پانی سے روزہ کھولا گیا مانگتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی ناتوانائی کے عالم میں بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔ فاقے میں روزے پر روزہ رکھتے رہے گاؤں کے چودھری نے نیاز کے میٹھے چاول دودھ اور پانچ روپے زکوۃ کے بھجوائے گھر آکر والدہ کو خوشخبری سنائی وہ غضناک ہوئیں۔ صدقہ وخیرات پر حد درجہ ناراضگی دکھائی۔

JOIN FOR MORE!!!

لیکن بعد میں اسی کو اپنا مقدر سمجھ کر استعمال کرلیا کہ اسکے سوا کوئی حل نہ تھا۔ چھ ماہ کے بعد دتی واپس گئے جہاں والدہ کا انتقال ہوگیا۔ انگریز حکومت نے پانچ روپے ماہوار پینشن مقرر کی یوں زندگی کی گذر بسر ہونے لگی۔

DHAKA COACHING CENTRE

﴾سبق: بابا نور﴿

خلاصہ:

حوالہ: سبق ''بابا نور'' کے مصنف احمد ندیم قاسمی ہیں۔

تعارفِ مصنف: احمد ندیم قاسمی پاکستان نامور صحافی افسانہ نگار، محقق اور کالم نگار ہیں۔ ان کے افسانے دیہی زندگی کی ترجمانی کرتے ہیں انہوں نے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت سادگی سے پیش کیا۔

JOIN FOR MORE!!!

اس افسانے میں بابا نور کے روپ میں ایک باپ کی محبت کی لازوال داستان بیان کی گئی ہے۔ بابا نور ایک باریش شخص ہے جو خاموش طبع، ہمدرد اور معصوم طبع ہے یہ ضرر کردار روزانہ ڈاک خانے جاتا ہے گاؤں کے ہر چھوٹے بڑے ہر کسی کو اس بات کا علم ہے کہ وہ روز ڈاک خانے جا کر ایک ہی سوال کرتا ہے کہ میرے بیٹے کا خط آیا کہ نہیں۔ مولوی قدرت کے مدرسے کے تمام بچے اس بات سے باخبر ہیں کہ وہ روز ڈاک خانے جاتا ہے۔

نوجوان لڑکے، کسان ہر کوئی اس کی اس عادت سے واقف ہیں کوئی اس کی اس عادت کا مذاق اڑاتا ہے اور کوئی خاموش ہو جاتا ہے۔ حسب معمول ایک دن وہ اسی طرح مولوی قدرت کے مدرسے سے لیکر محلے کی گلیوں سے ہوتا ہوا کھیتوں تک پہنچتا ہے جہاں ہر کوئی جانتا ہے کہ اس کا سفر ڈاک خانے پر جا کر ختم ہوگا۔ جب وہ ڈاک خانے پہنچتا ہے تو ڈاک منشی سے اپنے بیٹے کے خط کی بابت سوال کرتا ہے وہ اسے وہی جواب دیتا ہے جو گذشتہ دس سالوں سے دیتا چلا آرہا ہے کہ کوئی خط نہیں آیا۔

ڈاک منشی بابا نور کے جانے کے بعد ارد گرد کے لوگوں کو بتاتا ہے کہ بابا نور کے بیٹے کو مرے ہوئے دس سال ہو چکے ہیں دس سال پہلے وہ برما میں ہونے والی بمباری کے نتیجے میں مر چکا ہے پھر بھی دس سال سے بابا نور باقاعدگی سے اپنے بیٹے کے خط کے بارے میں پوچھنے ضرور آتا ہے۔

مرکزی خیال: یہ افسانہ ایک المیہ کہانی ہے جو تین اہم نکات کو پیش کرتا ہے۔ اس میں باپ بیٹے کی محبت بیان کی گئی ہے یہ رشتہ قدرت نے ایسا مضبوط بنایا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے مرنے کے بعد بے تابی سے اس کا انتظار کرتا ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

جنگ دو انسانوں یا دو ملکوں کے درمیان تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ اس کا خمیازہ نسلیں بھگتی ہیں۔ جوان بیٹے کی موت کا صدمہ اتنا شدید تھا کہ جس نے بوڑھے باپ کی یادداشت بھی محو کر دی تھی۔

﴿مشق﴾

سوال: بابا نور ڈاک خانے کے چکر کیوں لگاتا تھا؟

جواب: بابا نور کو اپنے بیٹے کے خط کا انتظار تھا اس لئے وہ ڈاک خانے کے چکر لگاتا تھا۔

سوال: بابا نور نے کھیت میں کام کرنے والی لڑکی کی تعریف کیوں کی؟

جواب: بابا نور نے کھیت میں کام کرنے والی لڑکی کی تعریف اس لئے کی کیوں کہ بڑی مہارت سے درانتی کی مدد سے گھاس کاٹ رہی تھی کہ چپے چپے ہر گندم کے پودے کو کوئی نقصان نہیں ہو رہا تھا۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال: بابا نور کا افسانے میں بیان کردہ حلیہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: بابا نور کا سارا لباس دھلے ہوئے سفید کھدر کا تھا۔ سر پر کھدر کی ٹوپی جو سر کے سفید بالوں کی سفیدی سے گردن تک چڑھی ہوئی تھی۔ سفید داڑھی، گورے رنگ میں زردی نمایاں تھی۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں کی پتلیاں بالکل سیاہ تھی۔ لباس، بال، جلد پر کچھ سفید جبکہ کندھے پر رومال ہمیشہ رہتا تھا۔

سوال: کس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بابا نور کے کردار میں معصومیت اور دردمندی اور خیر خواہی کے عناصر موجود تھے؟

جواب: جب بابا نور ڈاک خانے کی طرف جاتا تھا تو اس کا یہ روز کا معمول ہر کوئی جانتا تھا کوئی آوازیں کستا، کوئی مذاق اڑاتا پھر بھی وہ کسی کو کچھ نہ کہتا، مذاق اڑانے والے بچوں کو ڈانٹنے اور مارنے سے منع کرتا۔ اچھے کام پر تعریف کرتا اس سے علم ہوتا ہے کہ وہ معصوم اور خیر خواہ ہے۔

سوال: اس افسانے کا انجام ہمارے فکر اور احساس پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے۔

جواب: اس افسانے کا انجام غمگین ہے بابا نور دکھی، تنہا اور خیر خواہ کردار ہے بظاہر دنیاوی معاملات سے وہ الگ تھلگ دیکھتا ہے بیٹے کی جدائی کو دس سال گزر جانے کے بعد بھی وہ اس کا منتظر ہے اس نے اب تک اس کی جدائی تسلیم نہیں کی اس افسانے سے یہ تاثر بھی ابھرتا ہے کہ جنگ کی تباہ کاریاں انسانی ذہنوں کو متاثر کرتی ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

یہ صرف جسمانی اور مالی تباہ کا باعث ہی نہیں ہے۔ گویا دنیا کی خوشحالی کا باعث صرف امن ہے۔

سوال: مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح بہ حوالہ سیاق وسباق کیجئے۔

جواب: (الف)۔ پھر وہ بولو، ''ہنسو نہیں بچوں ایسی باتوں پر ہنسا نہیں کرتے۔ اللہ تعالی کی ذات لاپرواہ ہے۔''

سیاق وسباق: مذکورہ بالا عبارت احمد ندیم قاسمی کے افسانے ''بابا نور'' سے لی گئی ہے۔ اس میں ایک ایسے باریش شخص کی کہانی بیان کی ہے جو گذشتہ دس سالوں سے اپنے بیٹے کے خط کا منتظر ہے جو کہ ایک جنگ میں مارا جاچکا ہے جس کے لئے وہ روز ڈاک خانے کے چکر لگاتا ہے۔

تشریح: بابا نور معمول کے مطابق ڈاک خانے جارہا تھا کہ رستے میں کھڑے بچوں نے شرارتاً پوچھا کہ بابا نور کہاں چل دیئے بابا نور نے حسبِ معمول وہی جواب دیا جو روز دیتا ہے کہ ڈاک خانے جارہا ہے۔ بچوں کے لئے یہ بات اب مذاق بن چکی تھی لیکن گاؤں نے سمجھدار اور ذمہ دار صاحبان بچوں کو سمجھاتے اور انہیں منع کرتے یہ جملہ ایسے ہی گاؤں کے ایک سنجیدہ شخص کا ادا کیا ہوا ہے اس نے بچوں کو سمجھایا کہ مذاق مت اُڑاؤ گردش ایام نے آج اسے اس حال پر پہنچا دیا ہے یہ سب قسمت کے فیصلے ہیں اللہ جیسے چاہے اس کی مراد پوری کردے اور جیسے چاہے نامراد رکھے یہ اس کے فیصلے ہیں۔

(ب) بابا نور جو کچھ دور گیا تھا، پلٹ کر بولا، ''ڈانٹ کیوں رہے ہوں بچے کو۔ ٹھیک ہی تو کہتا ہے۔ ڈاک خانے ہی تو جارہا ہے۔

تشریح: گاؤں کے بچے بابا نور کو ڈاک خانے جاتے دیکھ کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں مگر بابا نور کسی کو نہ جھڑکتا ہے نہ ڈانٹا ہے۔ جو لوگ بابا نور کے دکھ سے واقف تھے۔ وہ بچوں کو سرزنش کرتے تھے کہ وہ اس نیم پاگل بوڑھے شخص کا مذاق نہ اُڑائیں ایسے ہی ایک دن جب بچے بابا نور پر ہنس رہے تھے چند سنجیدہ مزاج لوگوں نے بچوں کو گھر کا کہ بابا نور کو تنگ نہ کریں بابا نور نے جب یہ سنا تو کہا کہ بچوں کو مت ڈانٹو ٹھیک کہہ رہے ہیں میں ڈاک خانے ہی جارہا ہوں۔ وہ نرم مزاج تھا اس لئے بچوں کو ڈانٹنے سے منع کرتا تھا۔

اقتباس: اس کا چہرہ فق ہوگیا اور بجھی ہوئی آواز میں بولا ''بابا نور آرہا ہے۔''

تشریح: اس جملے میں مصنف ڈاک منشی کے رویئے اور اس کی ظاہری کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔ منشی دیہاتی نوجوانوں کو کراچی کی ترقی کے بارے میں بتارہا تھا لیکن بابا نور کو آتے دیکھ کر اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ ساری باتیں بھول کر سست آواز میں بابا نور کے آنے کا اعلان

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

کرنے لگا جو یقیناً اپنے بیٹے کے خط کے بارے میں معلوم کرنے آیا تھا جو دس سال پہلے مر چکا تھا اب اس کو آتا دیکھ کر ڈاک منشی کو بھی اپنے حواس گم ہوتے نظر آ رہے تھے۔

JOIN
FOR
MORE!!!

DHAKA COACHING CENTRE

﴾سبق: بیگم کی بلی﴿

سوال: مندرجہ ذیل الفاظ وتراکیب کو اپنے جملوں میں استعمال کیجئے۔

الفاظ وتراکیب	معنی	جملے
۱۔ خام خیالی	وہم	بعض لوگوں کی کام خیالی ہے کہ وہ ہر محفل کا مرکز ہیں۔
۲۔ مبالغہ آرائی	حد سے بڑھنا	اکثر شاعر اپنے کلام میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں۔
۳۔ رختِ سفر	سفر کی تیاری	ہم نے لاہور جانے کے لئے رخت سفر باندھا۔
۴۔ مشیتِ ایزدی	اللہ کی مرضی	ہمیں ہر حال میں مشیت ایزدی پر ملنی چاہیے۔
۵۔ کشیدہ	خراب	ایک جاتی کی وجہ سے میاں بیوی کا تعلقات کشیدہ تھے۔
۶۔ درم مارنا	مجال	اللہ کے فیصلوں کے آگے کس کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال: مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح بہ حوالہ متن کیجئے۔

(الف) یہ خدا جب سے وہ سبز قدم گھر میں آئی تھی تمہاری بھابھی کے لئے میں تو جیسے کوئی شے ہی نہیں رہا تھا۔

حوالہ: درجہ بالا جملے سبق ''بیگم کی بلی'' سے لیا گیا ہے یہ سبق صنف ادب کے لحاظ سے ڈرامہ ہے جس کے مصنف سید امتیاز علی تاج ہیں جو کہ'' سدامتیاز علی

تاج کے یکبابی ڈرامے سے ماخوذ ہے۔

تعارف مصنف: امتیاز علی تاج بطور ڈرامہ نگار اردو ادب میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں آپ کا ڈرامہ انارکلی اردو ڈرامہ نگاری کی تاریخ کا سب سے بلند مقام رکھتے ہے۔ آپ کے ڈرامے تاریخی حقائق کو پیش کرتے ہیں اسلوب منفرد زبان مناسب اور پلاٹ واضح ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

سبق کا تعارف: زیرِ ڈرامے میں ایک عام گھرانے کی کہانی دلچسپ انداز میں پیش کی گئی ہے۔ صاحب خانہ اپنی بیگم کی منظورِ نظر پالتو بلی سے عاجز ہیں۔ اس سے چھٹکارے کی تدبیریں کرتے ہیں مگر قسمت کو یہ منظور نہیں ہوتا۔ وہ اس شعر کا مصداق بن کے رہ جاتے ہیں کہ:

قسمت میں جو لکھا تھا، سو دیکھا ہے اب تلک　　　اور آگے دیکھیے، ابھی کیا کیا ہیں دیکھتے

خلاصہ: صاحبِ خانہ کی بیگم نے ایک بلّی پال رکھی ہے۔ وہ انھیں بے حد عزیز اور ان کی توجہ کا مرکز ہے۔ لاڈلی بلی گھر میں آزادانہ گھومتی پھرتی ہے۔ بلی کی اجارہ داری سے تنگ شوہر جو ایک مصنف بھی یکسوئی اور سکون چاہتا ہے۔ اس سے قبل انھوں نے بلی سے نجات کی کئی کوششیں کر رکھی تھی، مگر ناکام رہے تھے۔ ایک دن انھوں نے اُسے کوئلوں کی کوٹھری میں بند کر دیا۔ خدا کی شان کہ اسی اثنا میں ایک شخص ملازمت کے لیے آ گیا۔ شوہر نے اُس کا معاوضہ طے کر کے یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ بلی کو ٹھکانے لگا کر آ جائے، تاکہ خس کم جہاں پاک ہو۔ ملازمت کا امیدوار بھی مگر ایک چرب زبان تھا۔ پانچ روپے سے کم پر راضی نہ ہوتا تھا۔ خیر کسی طرح معاملہ بے پا کر وہ بلی کو دابے ''مہم'' پر روانہ ہو گیا۔ بلی کو غائب پا کر بیگم صاحبہ کو تو لیش لاحق ہو گئی۔ شوہر نے انھیں بتایا کہ بلی سڑک پر حادثے کا شکار ہو گئی۔ غم کرو، جو ہوا سو ہوا۔ وہ ان کی دلجوئی کی خاطر انھین ایک بھاری رقم تھام کر شاپنگ کے لیے بھیج دیتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

صاحبِ خانہ کی گفتگو کے دوران ان کا بھائی بھی گھر میں داخل ہو چکا ہوتا ہے۔ شوہر اُسے بلی سے پہنچنے والی ایک ایک اذیت کو تفصیل سے بتاتا ہے کہ کس طرح اس کم بخت سے وہ اور محلے والے پریشان تھے۔ گھر گندا رہتا سو رہتا تھا، بیگم تھیں کہ اس کے ناز نخرے اٹھائے جاتی تھیں۔ بیگم سے تعلقات الگ کشیدہ رہتے تھے۔ پھر ان سب مسائل کا حل نکل آیا اور بالآخر بلی سے جان چھڑا ہی لی۔ ابھی وہ یہ گفتگو کر رہی رہے ہیں کہ ان کی بیگم خوش خوش گھر میں داخل ہو کر خوش خبری سناتی ہیں کہ انھیں ہو بہو اُس ''مرحوم و مغفور'' بلی جیسی ایک اور بلی مل گئی ہے انھوں نے یہ بھی بتایا کہ جس سے انھوں نے یہ بلی خریدی ہے، ضرورت مند معلوم ہوتا تھا۔ اسے گھر میں ملازمت کے لیے بھی رکھ لیتی ہے۔ ملازمت کے لیے رکھا آدمی وہی شخص نکلتا ہے جسے میاں صاحب نے بلی کو ٹھکانہ لگانے کی ذمہ داری دی تھی۔ اس شخس نے میاں اور بیوی سے پیسے لے کر نہ صرف اپنا الو سیدھا کیا، بلکہ ملازمت بھی حاصل کر لی۔ میاں صاحب یہ صورتحال دیکھ کر حیرت بے بسی کی تصویر بن کے رہ جاتے ہین اور بیگم حسبِ سابق بلی کی خدمت میں مصروف ہو جاتی ہیں۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴿مشق﴾

سوال: درجہ ذیل سوالات کے جواب دیجئے۔

سوال: بلی کا رنگ سیاہ کیسے ہوا؟

جواب: بلی کا رنگ کوئلوں کی کوٹھڑی میں رکھنے سے سیاہ ہوا۔

سوال: امیدوار نے بیگم کی بلی کوٹھکانے لگانے کے لیے کتنی رقم طلب کی؟

جواب: امیدوار نے بلی کوٹھکانے لگانے کا معاوضہ پانچ روپے طلب کیا۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال: میاں بلی سے کیوں بے زار تھا؟

جواب: میاں کی بلی سے بے زاری کی کئی وجوہات تھیں۔ بلی بیگم صاحبہ کی منظورِ نظر تھی۔ بیگم اس کی خاطر مدارات میں لگی رہتیں اور شوہر کو توجہ نہیں دے پاتی تھیں۔ بلی صاحبہ اپنے لاڈلے پن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گھر میں کوب گند بلا کرتیں۔ وہ چیزیوں کو نقصان پہنچاتی، گھر کا سکون اور محلے والوں کا آرام غارت کر کے رکھتی تھی۔

سوال: میاں نے بیگم کو خریداری کے لیے کیوں بھیجا؟

جواب: بیگم کو بلی کے مرنے کا بے حد افسوس تھا۔ میاں نے ان کی تالیفِ قلب کے لیے انھیں خریداری کے لیے روانہ کیا۔

سوال: بیگم نے خریداری کی رقم کا کیا کیا؟

جواب: بیگم نے خریداری کی رقم سے بلی خریدی جو ان کے خیال میں بالکل ان کی مردہ بلی سے مشابہ تھی۔

اقتباس: ''بے خدا جب سے وہ سبز قدم گھر میں آئی تھی تمہاری بھابی کے لئے تو جیسے میں کوئی شے ہی نہ رہا''۔

تشریح: اس ڈرامے میں صاحبِ خانہ ایک ادیب ہیں۔ طبیعت کی حساسیت کی بنا پر گھر کی پالتو بلی سے شدید نالاں ہیں۔ ان کی بیگم کا بلی سے بڑھا ہوا لگاؤ انھیں بے چین کیئے ہوئے ہے۔ اکثر بلی سے نجات کی تدبیریں بھی سوچا کرتے ہیں۔ اپنی دانست میں ایسی ہی ایک کارگر تدبیر انجام دینے کے بعد وہ اپنے بھائی سے بلی کی ستم ظریفیوں کا حال بیان کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ بلی کا وجود اس گھر میں کئی مسائل کا موجب

DHAKA COACHING CENTRE

بنا ہوا تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انسانوں کی ہی اہمیت کم ہوگئی تھی۔ جس کی سب سے بڑی مثال بیگم صاحبہ کے مجازی خدا (یعنی صاحبِ خانہ) کی ہے۔ اس منحوس بلی کی موجودگی میں انھیں اس قدر نظر انداز کیا گیا کہ انھیں اپنے وجود پر ہی شک پیدا ہو چلا تھا۔

(ب) ''میرا اطمینان قلب غارت تھا۔ میرے تعلقات ہم سایوں اور کئی دوسرے لوگوں تو کیا خود اپنی بیوی سے کشیدہ ہو گئے تھے''۔

تشریح: زیرِ نظر پیراگراف میں گھر کے سربراہ اپنے دلی دکھ کا اظہار اپنے بھائے سے کر رہے ہیں۔ ان کی بیگم کی ناز وال پلی بلی نے گھر میں وہ وہ طوفان اٹھائے ہوئے تھے۔ جس جا بیگم صاحبہ کے علاوہ اہلِ محلّہ سمیت سب کو احساس تھا۔ وہ جگہ جگہ اچھلتی کودتی پھرتی تھی۔ چوہوں پر شب خون مار کے صاحبِ خانہ کے خونِ دل سے لکھے افسانوں کو رنگیں کر دیتی تھی۔ گند پھیلاتی تھی سو الگ، پڑوسیوں کے معصوم چوزوں تک کو چٹ کر جاتی تھی۔ جس سے شکایت فطری بات تھی۔ ستم بالائے ستم تو یہ تھا کہ مردود جادوگرنی نے میاں بیوی کے تعلقات میں بھی کھچاؤ پیدا کر دیا تھا۔ بیگم صاحبہ تھیں کہ بدستور اس پر جان دیے ہوئے تھیں۔

سوال: غلط فقرات کی درستی کیجیے۔

غلط فقرات	درست فقرات
۱۔ یہ میاں ہے وہ بلی	میاں! یہ وہ بلی ہے
۲۔ سینے میں میرے تو دل ہے	میرے سینے میں تو دل ہے
۳۔ سمجھتے تم ہو کر رہا ہوں میں مبالغہ آرائی	تم سمجھتے ہو میں مبالغہ آرائی کر رہا ہوں۔

JOIN FOR MORE!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴾سبق: آبِ حیات﴿

سوال: شہزادہ مہران میں کون کون سی خوبیاں تھیں۔

جواب: شہزادہ مہران رحم دل، عقل مند، انصاف پسند تھا۔

سوال: شہزادے نے اپنے ساتھیوں کو کیا جواب دیا؟

جواب: شہزادے نے اپنے ساتھیوں کو جواب دیا کہ ''جس وقت میں ہرن کی گردن پر چھری پھیرنے لگا اس وقت میری آنکھیں ہرن کی آنکھوں سے ٹکرائیں کیا بتاؤں میری آنکھوں نے ہرن کی آنکھوں میں کیا دیکھا؟ ہرن کی آنکھیں اتنی خوبصورت ہوتی ہیں کہ جیسے نرگس کے پھول اتنی چمک دار جیسے آسمان کے تارے! مگر اس وقت جب چھری ہرن کی گردن پر تھی تب اس کی آنکھوں میں نرگس کے پھولوں جیسی خوبصورتی تھی اور نہ ہی تاروں جیسی چمک۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں موت کا سایا تھا۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال: وزیرزادے نے آبِ حیات کی کیا خاصیت بتائی؟

جواب: وزیرزادے نے آبِ حیات کی یہ خاصیت بتائی کہ آبِ حیات خوشبودار ہے جیسے کہ کیوڑے کا شربت اتنا میٹھا جیسے آم اور شہد اس کی رنگت دودھیا ہے اور اس کی خوبی یہ ہے کہ اس کے دو گھونٹ سو برس کے بوڑھے کے سولہ سال کا جوان بنا دیتے ہیں اسے ابدی حیات مل جاتی ہے۔

سوال: غار میں شہزادے کی ملاقات کس سے ہوئی؟

جواب: غار میں شہزادے کی ملاقات مچھلی سے ہوئی۔ جو کیہ خضر سے چھوٹ کر پانی میں گر گئی تھی۔

سوال: مچھلی نے شہزادے کو کیا نصیحت کی؟

جواب: مچھلی نے شہزادے سے کہا کہ اس کے دو گھونٹ تمہیں ہمیشہ کے لئے موت کے ذائقے سے محروم کر دیں گے۔ اور اس کا ایک قطرہ تمہیں سولہ سال کا نوجوان بھی بنا سکتا ہے اور سو برس کا دائمی عذاب بھی دے سکتا ہے۔

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

سوال: شہزادے کی موت پر یہ آنکھ کیوں اشک بار تھی؟

جواب: شہزادے کی جوان ناگہانی موت پر ہر آنکھ اشک بار تھی کیونکہ اس کے زمانہ حکومت نے نہ کبھی ملک میں قحط پڑا نہ خشک سالی ہوئی نہ کوئی حق سے محروم ہوا نہ کسی پر ظلم ہوا گویا شہزادہ کی رحم دلی کی وجہ سے سب اسے سے خوش تھے۔

سوال: دریا کا نام مہران کیوں رکھا گیا؟

جواب: شہزادے کی موت کے دوسرے دن سب لوگ دربار میں جمع ہوئے وہ شہزادے کی یاد میں کئی مینار، یادگار یا سکہ جاری کرنا چاہتے تھے۔ایک بزرگ نے عقل مندی کی بات کی کہ شہزادہ رحم وانصاف کا بادل تھا لہٰذا ہمیں چاہیے کہ کوئی ایسی چیز اس کے نام سے منسوب کریں جو ہمیشہ قائم ودائم رہے دریا ہمیشہ سے بہتا ہے۔اگر دنیا نہ ہوتا سندھ ویران ہوجاتا اس لئے دریا کا نام شہزادہ میران کے نام پر رکھا گیا۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال: درج ذیل عبارت کی تشریح بہ حوالہ متن کیجیے۔

(الف)۔ اب یہ یقین کرنے کے لئے کہ نیکی تمہارا اچھل ہے یا بدی۔اس پانی میں دیکھو۔اس پانی میں بھی اور اس پانی میں بھی جو انسان کی آنکھوں میں ہوتا ہے۔

حوالہ: درجہ بالا اقتباس ہماری درسی کتاب کے سبق "آبِ حیات" سے لیا گیا ہے یہ سبق غلام ربانی آگرو کے مضمون" آبِ حیات سے ماخوذ ہے۔جس کی مترجم ناہید اختر سومرو ہیں۔

تعارف مصنف:

اب سندھی زبان کے عظیم دانشور اور ممتاز ادیب ہیں۔

سیاق وسباق:

جب شہزادہ آب حیات تک پہنچا اور وہاں مچھلی سے اس کی ملاقات ہوئی اس مچھلی نے آب حیات کی بابت جو کچھ بتایا یہ اقتباس اس موڑ سے اخذ کیا گیا۔

وضاحت:

مچھلی نے آبِ حیات کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد شہزادے کو کہا کہ آبِ حیات پانے کے بعد پینے کے لئے بے چین دیکھا تو اسے کہنے لگی اگر

DHAKA COACHING CENTRE

تم نیک ہوتو یہ پانی پینے کے بعد ہمیشہ نیک رہوگے۔اوراگر برے ہوتو برائی ہمیشہ کے لیے تمہارا مقدر رہے گی۔اس پانی اور وہ پانی جو تمہاری عوام کی آنکھوں میں ہو جو خوشی وارغم کے لمحات میں ان کی آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں۔ان میں ابدی حیات تلاش کرو۔اپنے دل میں جھانگو اوراگر تم اپنی عوام کے ساتھ نیک ہوتو ابدی زندگی تمہارا مقدر رہے۔

(ب)۔ اگر تمہاری روح پاک ہے تو تمہیں کبھی کسی آبِ حیات کو پینے کی ضرورت نہیں۔

وضاحت: اگر انسان نیک ہے اور دوسروں کے ساتھ اس کا سلوک ہمدردانہ اور رحم دلانہ ہے تو وہ اپنے اچھے عمل کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں بستا ہے اور اگر وہ طاقتور ہے پر ظالم اور سخت گیر ہے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔اصل حیات ابدی کا حصول آبِ حیات کے پینے میں نہیں بلکہ لوگوں کے دلوں میں اپنے اچھے اعمال سے گھر کرنے میں ہے۔

JOIN FOR MORE!!

خلاصہ:

مصنف ایک شام نہانے کی غرض سے دریائے سندھ پہنچے ایک مچھیرے کو دریا کی سیر کرنے کے لئے کہا اور اس کی کشتی میں سوار ہوگئے اور پانی زیادہ مقدار دیکھ کر مچھیرا سے کہا کہ یہاں اس خشک موسم میں بھی پانی کی مقدار بہت زیادہ ہے تو مچھیرے نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ شہزادہ مہران کے نام کی برکت ہے جو بہت سخی، رحم دل، خداترس، عقل مند تھا البتہ بچپن میں وہ بہت ضدی اور مغرور تھا حسین و جمیل اتنا کہ اس کا کوئی مثل نہ تھا۔

ایک دن شہزادہ مہران اپنے دوستوں کے ساتھ شکار کھیلنے کے لئے گیا۔وہ میلوں سفر کرتے اور گھوڑے دوڑاتے رہے پر کوئی شکار ہاتھ نہ آئے سورج کے غروب کا وقت قریب آگیا یہ پہاڑ کی نچلی طرف پہنچے جہاں ایک ہرن گھاس چر رہا تھا شہزادے کی نظر اس پر پڑی اس نے اس کا پیچھا کیا اور ہرن کی ٹانگ میں تیر لگا اور وہ وہی ڈھیر ہوگیا شہزادے نے گھوڑے سے اتر کر ہرن کو حلال کرنے کے لیے چھری اس کی گردن پر رکھ دی کہ اس کے ہاتھ کانپنے لگے شہزادہ کی اس حالت کو دیکھ کر اس کے ساتھی نے اس ہرن کو ذبح کیا اور شہزادہ سے اس کی وجہ دریافت کی تو شہزادے نے بتایا کہ میں نے اس کی آنکھوں میں موت کا سایۂ دیکھا جیسے اس کی آنکھیں کہہ رہی ہوں کہ کتنی دیر تک اپنا بچاؤ کرے گا۔

شہزادے نے اپنے ساتھیوں سے اس سوال کا جواب پوچھا تو ایک وزیرزادہ بولا میرے والد نے مجھے بتایا ہے کہ جب سکندر بادشاہ اس ملک میں آیا تو ایک جوگی نے اسے بتایا کہ جس پہاڑ میں ہم بیٹھے ہیں اس میں ایک غار ہے اس غار میں ایک چشمہ ہے جس کا پانی خوشبودار اور میٹھا ہے جس کو پینے سے انسان کو ابدی حیات ملتی ہے سکندر اعظم نے ارادہ کیا کہ وہ آبِ حیات تلاش کرے گا ایک رات وہ اپنے وزیروں خضر اور الیاس

DHAKA COACHING CENTRE

کو لے کر جوگی کے بتائے ہوئے پہاڑ پر پہنچا اپنا گھوڑا اس وقت اُوپر چڑھایا جب چاند آسمان کے درمیان میں آ گیا۔

پہاڑ پر کچھ دیر چلنے کے بعد انہیں غار نظر آیا غار اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا آگے بڑھتے ہوئے تینوں ایک دوسرے بچھڑ گئے خضر نے عقل مندی یہ کی کہ ایک زندہ مچھلی اپنے ساتھ لے لی اچانک مچھلی اچھل کر نیچے جا گری ایسا لگا کہ مچھلی پانی میں جا کر گری ہو آگے قدم بڑھتے ہی پیر گیلے محسوس ہوئے جھک کر دیکھا تو آب حیات موتیوں کی مانند چمک رہا تھا وہی الیاس بھی آ پہنچا دونوں نے پانی پیا جبکہ سکندر راستہ دھکے کھاتا رہا اور واپس ہولیا خضر اور الیاس اپنی اپنی راہ چلے آج بھی کوئی راہ گیر خشکی یا تری میں راستہ بھٹک جائے تو اسی کی راہنمائی کرتے ہیں وزیرزادے کی بات مکمل ہوئی تو شہزادے نے کہا کہ میں بھی اپنی قسمت آزماؤ گا۔

JOIN FOR MORE!!!

اللہ تعالیٰ توکل کیا اور گھوڑا لے کر چل پڑا اور کسی جگہ پہنچا جہاں آب حیات موجود تھا یہاں وہی مچھلی جو خضر کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی اس سے شہزادے کی ملاقات ہوتی ہے جو اسے یہ پانی پینے سے منع کرتی ہے اور اس سے کہتی ہیں کہ وہ یہ پانی نہ پیئے پھر اس پانی کی خصوصیات بتاتی ہے کہ وہ اگر نیک ہے تو یہ تمہیں سب میں نمایاں رکھے گا لیکن اگر تم بدخصلت ہو تو۔ جھوٹ کی بدترین شکل تمہیں نظر آئے گی۔ شہزادے کی آنکھوں سے پچھتاوے کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور وہ آب حیات پیئے بغیر واپس محل چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد پانچ برس طویل حکمرانی کرتا ہے اور اس دوران جھوٹ، چوری، بدعنوانی اور ظلم و ستم کا خاتمہ کرتا ہے ملک امن و امان اور عدل و انصاف کا گہوارہ بن جاتا ہے اور پھر جب اس کی موت واقع ہو جاتی ہے پورے ملک میں ماتم کا سماں ہوتا ہے۔ ہر کوئی اس غم میں نڈھال نظر آتا ہے۔ شہزادے کی جوان ناگہانی موت پر افسردہ ہوتے ہیں۔ اور یادگار کے طور پر دریائے سندھ کا نام مہران رکھ دیتے ہیں یعنی اس کے نام سے منسوب کر دیتے ہیں۔ گویا شہزادے نے اپنے عمل سے اپنی زندگی آب حیات پیئے بغیر امر کر لی تھی۔

DHAKA COACHING CENTRE

ملکہ بلقیس کا محل

قمر علی عباسی

پیدائش ۱۹۳۸ء - وفات ۲۱۰۳ء

تعارف مصنف: قمر علی عباسی کی ولادت امروہہ ریاست اتر پردیش میں ہوئی۔ بعد ازاں ہجرت کرکے ان کے خاندان نے حیدر آباد سندھ میں سکونت اختیار کی۔ بی۔اے آنرز، ایم۔اے معاشیات۔ ایم۔اے اردو کی اسناد سندھ یونیورسٹی جامشورو سے حاصل کیں۔قمر علی عباسی نے عملی زندگی کا آغاز متروکہ وقف املاک بورڈ، حکومت پاکستان سے کیا۔ کچھ عرصہ بعد نیشنل کالج کراچی میں معاشیات کے لیکچرار ہوئے۔

JOIN FOR MORE!!!

یوں تو قمر علی عباسی نے اردو زبان میں بچوں کے لیے کہانیاں اور ناول بھی لکھے۔لیکن ان کی پہچان سفر نامہ نویس کی حیثیت سے ہوئی۔قمر علی عباسی سفر نامہ نگار کی حیثیت سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ان کے سفر ناموں کا اسلوب رواں، شستہ اور شگفتہ ہے۔وہ واقعات کو صاف ستھرے اسلوب میں محاکات کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔قاری ان کی تحریروں سے لطف اندوز بھی ہوتا ہے۔اور اسے

خلاصہ:

حضرت سلیمانؑ کے دربار میں ہُد ہُد پایا گیا۔ جب ہُد ہُد حاضرِ خدمت ہوتو اس نے حضرت سلیمان کو شہر سبا کے بارے میں بتایا۔ شہر کی ملکہ کی شان وشوکت اس کے دربار کا حال، اس کا حسن اور ذہانت، الغرض اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا پورا احوال گوش گزار کر دیا۔اس نے ملکہ کا دین سورج پرستی بتایا۔ حضرت سلیمان نے ہُد ہُد کو اعزاز بخشا اور اس کے ذریعہ ملکہ کو خط بھجوا دیا جس میں دین اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ ملکہ نے اپنی فراست سے اندازہ لگالیا کہ دین اسلام قبول کے بغیر چارہ نہیں۔ ورنہ یہ شان وشوکت، تخت وتاج، امن وسکون سب خاک میں مل جائے گا۔ملکہ نے امتحان کی غرض سے قیمتی تحفے روانہ کیے۔ حضرت سلیمانؑ نے تحفے قبول کرنے کے بجائے دین اسلام کی طرف دعوت پر اصرار کیا۔ملکہ کا دل انھیں سچا پیغمبر مان چکا تھا۔البتہ وہ ان سے معجزے کی خواہاں تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے ایک جن کے ذریعے ملکہ کا تخت منگوالیا۔ملکہ کے لیے ایک ایسا حسین وجمیل شیشے کا محل تعمیر کروایا کہ ملکہ بھی شیشے کے فرش کو پانی سمجھ بیٹھی۔ملکہ نے حضرت سلیمانؑ کا پیش کیا ہوا دین قبول کرلیا۔ بقیہ زندگی اس نے حضرت سلیمانؑ کے ساتھ خوش وخرم گزاری۔

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے۔

سوال: حضرت سلیمانؑ کے دربان میں کون غیر حاضر تھا؟

جواب: ہُد ہُد ایک دوسرے ہُد ہُد کے ساتھ شہر سبا چلا گیا تھا جہاں کی حکمران ملکہ بلقیس تھی۔اس لے ہُد ہُد حضرت سلیمانؑ کے دربار سے غیر حاضر تھا۔

DHAKA COACHING CENTRE

سوال: **ہُد ہُد کو کیا تحفہ ملا؟**

جواب: حضرت سلیمانؑ نے ہُد ہُد تحفہ دیا۔اس کے سر پر تاج بنا دیا جو آج تک ہُد ہُد کے سر پر نظر آتا ہے۔

سوال: **ہُد ہُد کو کیا تحفہ ملا؟**

جواب: حضرت سلیمانؑ نے ہُد ہُد تحفہ کو تحفہ دیا۔اس کے سر پر تاج بنا دیا جو آج تک ہُد ہُد کے سر پر نظر آتا ہے۔

سوال: **ہُد ہُد نے ملکہ سبا کے محل کی کیا منظر کشی کی؟**

جواب: ہُد ہُد نے بتایا کہ میں نے بلقیس دختر ترا جیل کو دیکھا۔حسن و جمال میں بے مثال، عقل و فراست میں لاثانی، شان و شوکت میں باکمال، ۳۰ گز کے تخت پر بیٹھی تھی۔ جواہرات سے مرصّع، چاروں پائے یاقوتِ سرخ، زمرّد، آب دار لعل، مثلِ انار اس میں جڑے تھے۔

JOIN FOR MORE!!

سوال: **ہُد ہُد نے ملکہ سبا کے محل کی کیا منظر کشی کی؟**

جواب: ہُد ہُد نے بتایا کہ میں نے بلقیس دختر ترا جیل کو دیکھا۔حسن و جمال میں بے مثال، عقل و فراست میں لاثانی، شان و شوکت میں باکمال، ۳۰ گز کے تخت پر بیٹھی تھی۔ جواہرات سے مرصّع، چاروں پائے یاقوتِ سرخ، زمرّد، آب دار لعل، مثلِ انار اس میں جڑے تھے۔

سوال: **ملکہ سبا نے تحفتاً حضرت سلیمانؑ کو کیا کیا اشیاء بھجوائیں؟**

جواب: ملکہ سبا نے حضرت سلیمانؑ کو سات سونے چاندی کی اینٹیں ﷺ ساتھ زربفت کے تھان بھجوائے۔

سوال: **حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سبا نے کے تحفے کیوں قبول نہیں کیے؟**

جواب: حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سبا کے تحفے اس لیے قبول نہیں کیے کہ وہ اللہ کے نبی تھے اور وہ کسی بے دین سے تحفے وصول نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ملکہ سبا اللہ کا دین قبول کر لیں۔

سوال: **جن نے ملکہ سبا سے متعلق کیا معلومات فراہم کی تھیں؟**

جواب: جن نے ملکہ سبا کے بارے میں خبر دی تھی کہ اس کی ماں کا تعلق جن کے قبیلے سے ہے اور عقل میں کم ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

سوال: حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سبا نے کے تحفے کیوں قبول نہیں کیے؟

جواب: حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سبا کے تحفے اس لیے قبول نہیں کیے کہ وہ اللہ کے نبی تھے اور وہ کسی بے دین سے تحفے وصول نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ملکہ سبا اللہ کا دین قبول کر لیں۔

سوال: جن نے ملکہ سبا سے متعلق کیا معلومات فراہم کی تھیں؟

جواب: جن نے ملکہ سبا کے بارے میں خبر دی تھی کہ اس کی ماں کا تعلق جن کے قبیلے سے ہے اور عقل میں کم ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

(سبق ''تھر کی نادیہ کماچی'')

سوال: درج ذیل سوالات کے جوابات دیجئے۔

سوال: کارونجھر پہاڑی سلسلہ کس جگہ واقع ہے؟

جواب: کارونجھر پہاڑی سلسلہ صحرائے تھر کے علاقے ننگر پارکر میں واقع ہے۔

سوال: مصنف نے ننگ پارکر کی منظر کشی کس طرح کی ہے؟

جواب: مصنف نے لکھا ہے کہ عجب چٹانی سلسلہ ہے۔ صحراؤں کے درمیان مین آسٹریلیا کی الوروچٹان کی مانند، شاید آسمان سے اترا ہوا مقدس چٹانی سلسلہ۔ بظاہر خشک اور چٹیل، لیکن اس کے اندر خشک اور میٹھے پانیوں کے ذخیرے پوشیدہ تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال: تھر کی بچی کس بات کا دعویٰ کر رہی تھی؟

جواب: تھر کی بچی دعویٰ کر رہی تھی کہ وہ چٹانی سلسلہ کی بلند ترین چوٹی تک تین منٹ میں پہنچ سکتی ہے اور وہاں لگے جھنڈے کو ہاتھ لگا کر دو منٹ میں واپس آسکتی ہے۔

سوال: تھر کی نادیہ کماچی کے کردار پر روشنی ڈالیے؟

جواب: مصنف نے تھر کی بچی نادیہ کماچی کے کردار کے متعلق بڑی خوب صورتی سے روشنی ڈالیے ہے جو کم عمری، غربت اور بنیادی سہولیات نہ ہونے کے باوجود مایوس نہیں ہے بلکہ اس کم عمری میں بھی اپنی محنت، مہارت اور عقل مندی سے کام کرتی ہے۔ یہ بات واقعی قابل توجہ ہے کہ اگر اس طرح کے کرداروں یا افراد پر ذرا سی محنت کی جائے تو یہ افراد ملک وقوم کے لئے سرمایہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

سوال: مصنف نے تھر کی بچی کو کس عالمی شہرت یافتہ لڑکی کے مترادف مانا اور کیوں؟

جواب: مصنف نے تھر کی بچی کو رومانیہ کی عالمی شہرت یافتہ ایتھلیٹ لڑکی نادیہ کماچی کے مترادف مانا ہے کیونکہ دونوں کے ناموں میں مماثلت ہے۔

سوال: ایتھوپیا کے کس شخص کا مصنف نے ذکر کیا ہے اور کیوں؟

DHAKA COACHING CENTRE

جواب: مصنف نے ایتھوپیا کے ایتھلیٹ بکیلا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی ایک عام فرد تھا جس کی مناسب ٹریننگ کی گئی تو وہ اولمپک کی میرا تھون دوڑ میں گولڈ میڈل جیت گیا۔ یہ ذکر مصنف نے اس لیے کیا کہ اگر تھری کی نادیہ کی بھی مناسب تربیت کی جائے تو وہ بھی پاکستان کے لئے اولمپک میں میڈل جیت سکتی ہے۔

خلاصہ: مستنصر حسین تارڑ سندھ کی سیاحت کو نکلے تھے۔ ان کا رُخ صحرائے تھر کی طرف تھا۔ ان کے رفیق سفر دیدہ دل نے گاڑی کا رخ کارونجھر کی چٹانوں کی طرف کر لیا۔ چٹانیں دل کش تھیں۔ بلندی پر چڑھ کر بہت سی چٹانوں کو دیکھا جا سکتا تھا۔ حساس دل ہو تو یہاں کی فضا میں گھلی ہوئی اداسی کو محسوس کر سکتا ہے۔ مصنف کی نظر اچانک تین بچوں پر پڑی جو غریب اور محنت کش معلوم ہوتے تھے۔ تھر کی تیز دھوپ نے ان کے جسم جھلسا دیے تھے۔ ان بچوں مُں ایک دس برس کی بچی بھی تھی جس کا دعویٰ تھا کہ وہ پانچ منٹ میں کو ہ کارونجھر کی آخری چٹان کی بلند ترین سطح کو چھو کر آسکتی ہے۔ انھیں یقین نہ آیا۔ تجسس کے لیے انھوں نے لڑکی کے دعوے کا امتحان لینا چاہا۔ حکم پاتے ہی وہ اچھلتی، کودتی، چھوٹے بڑے پتھروں کو پھلانگتی بلندی پر پہنچ اور واپس آ گئی۔ جس پھرتی سے اس نے چڑھائی کا مرحلہ طے کیا تھا، سفر نامہ نویس اور نا کے رفقا حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مزید برآں حیرت یوں بھی بڑھ گئی کہ بچی پر تھکن کے آثار بھی نہ تھے۔ اس بچی کا نام نادیہ تھا۔ وہ لکڑیاں چننے اور گھاس کاٹنے کا کام کرتی تھی۔ مصنف کو اس کی صلاحیت کی بڑی قدر ہوئی۔ اسے انعام سے نوازا۔ پسماندہ علاقے کی رہنے والی بچی کا ایسا کرتب دیکھ کر مصنف کا ذہن مشہور جمناسٹ نادیہ کمانچی کی طرف چلا گیا۔ تھر کی نادیہ، نادیہ کمانچی سے کسی طور کم نہ تھی۔ اس کے دوڑنے کا انداز نفسیاتی طور پر ایتھوپیا کے اولمپین بکیلا کی طرف لے جاتا تھا۔ جس کا دوڑ کے مقابلہ میں کوئی ثانی نہ تھا۔ کئی اعزازات وہ اپنے نام کر چکا تھا۔ مصنف کا خیال ہے کہ مناسب توجہ اور تربیت سے تھر کی نادیہ بھی پاکستان کی نیک نامی میں اضافہ کر سکتی ہے۔

حوالہ سبق: یہ اقتباس مستنصر حسین تارڑ کے سفر نامے ''تھر کی نادیہ کمانچی'' سے لیا گیا ہے۔

اقتباسات کی تشریح۔

(ا) ''ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ بندریا اب ہم سے اتنی دور ہو چکی ہے کہ ایک چھوٹی سی گلہری لگتی تھی جو چٹانوں پر پھدک رہی تھی۔ تب وہ ایک مرتبہ پھر اوجھل ہوئی اور کچھ لمحوں بعد چٹانوں کی آخری بلندی پر لہراتے پھریرے کے برابر میں کھڑی ہمیں ہاتھ ہلا رہی تھی۔ میں نے گھڑی چیک کی تو پورے تین منٹ''۔

تشریح: مستنصر حسین تارڑ لکھتے ہیں کہ وہ صحرائے تھر کے سفر پر تھے۔ ننگر پارکر کے علاقے میں جہاں بہت سے چٹانی سلسلے ہیں۔ ایک دس سالہ بچی نے بتایا کہ وہ تین منٹ میں کوہ کارونجھر کی بلند ترین سطح کو چھو سکتی ہے۔ بظاہر اس کا یہ دعویٰ ناقابل یقین معلوم ہوتا تھا کہ ایک کمزور بچی یہ

DHAKA COACHING CENTRE

کارنامے کیسے انجام دے سکتی ہے جسے سوچ کر ہی پیشہ ورکھلاڑیوں کے دانتوں تلے پسینہ آجائے۔ دعوے کی سچائی پر کھنے کے لیے انھوں نے اس بچی نادیہ کو بلندی پر چڑھنے کو کہا۔ حکم ملنا تھا کہ نادیہ ایک بندریا کی سی پھرتی کے ساتھ ایک چٹان سے دوسرے چٹان پھلانگنے لگی۔ وہ مصنف کی نظروں سے دور ہورہی تھی، مگر اس کی تیزی اور رفتار پر کچھ فرق نہ پڑا تھا۔ چند سیکنڈوں میں دوا چھلتی کودتی اتنا فاصلہ طے کرنے کے باوجود ایک گلہری کی طرح چست اور حاضر دماغ معلوم ہوتی تھی۔ جب وہ مقررہ مقام پر پہنچی تو حیرت میں ڈوبے مصنف نے اپنے گھڑی پر نظر دوڑائی۔ نادیہ نے اپنا دعویٰ درست ثابت کر دیا تھا۔ جی ہاں، وہ پورے تین منٹ میں چٹان کی بلندی تک پہنچ چکی تھی۔

(۲) ”جب وہ ننگے پاؤں ایک آہو کی مانند چٹانوں پر قلانچیں بھرتی تھی تو مجھے ایتھوپیا کا ننگے پاؤں والا بکیلا یاد آتا تھا۔ وہ روزانہ اولمپک کی طویل ترین دوڑ مراتھون سے بھی زیادہ فاصلہ طے کرتا تھا“۔

تشریح: تھر کی نادیہ ایک غریب اور محنت کش بچی تھی۔ قدرت نے اس کو وہ پھرتی عطا کی تھی کہ وہ چند منٹوں میں چٹان کی بلند سر کر سکتی تھی۔ اس کے دوڑنے کا منظر دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے کوئی چست ہرن سرعت کے ساتھ چوکڑیاں بھر رہا ہو۔ اس کی غربت اس کے حوصلے پر رتی بھر اثر انداز نہیں ہوئی تھی۔ ایسے باہمت لوگوں سے دنیا خالی نہیں ہے۔ تھر کی نادیہ جیسی ایک مثال اولمپین بکیلا کی ہے جو ایتھوپیا جیسے پسماندہ ملک سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے جذبہ میں ایسی قوت تھی کہ مراتھون دوڑ کے مقابلوں میں ہمیشہ سرخرو رہتا تھا۔ اس نے اپنے ابتدائی کیریئر میں مشکلات کا سامنا کیا تھا۔ غربت کا عالم یہ تھا کہ وہ دوڑ کے مقابلے میں شریک ہوتا تو اس کے پاؤں میں جوتے تک نہ ہوتے تھے۔

JOIN FOR MORE!!

DHAKA COACHING CENTRE

میدان جنگ

آغا حشر کاشمیری (پیدائش ۱۸۷۹ء-وفات ۱۹۳۵ء)

خلاصہ

تعارف مصنف: اردو ڈرامے کے میدان میں آغا حشر کاشمیری کی برتری سب مانتے ہیں۔انھوں نے اپنے فن کو زمانے کی ضرورت کے مطابق ڈھال کر پیش کیا۔یہی وجہ ہے کہ ان کی ڈرامہ نگاری کا ہر دور ترقی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ان کے ابتدائی، ڈرامے شاعرانہ اندازِ بیان لیے ہوئے ہیں جو اس وقت عوام میں مقبول تھا۔مکالموں میں نظموں کا سا آہنگ، ڈرامائیت، خطابت، بلند آہنگی، مقفٰی و مسجع ترکیبیں اسی دور کی دین ہے۔بعد کے ادوار میں انھوں نے کوشش کی کہ مکالموں میں زیادہ سے زیادہ فطری اور حقیقی رنگ دیا جائے۔

JOIN FOR MORE!!

نصابی حصے کا خلاصہ: رستم اور سہراب کے درمیان میں شامل ڈرامے کا ٹکڑا رستم کی دعا سے شروع ہوتا ہے جسے ایک دن پہلے سہراب کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا۔وہ رات بھر خدا کے آگے گڑگڑا کر دعا کرتا ہے کہ اس کی جوانی کی طاقت اسے پھر مل جائے۔ورنہ اسے سخت شرمندگی رہے گی کہ وہ جس نے اس سے پہلے کبھی شکست نہ کھائی تھی ایک ناتجربہ کار لڑکے سے ہار گیا۔صبح ہونے پر ایک بار پھر وہ آمنے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔سہراب بوڑھے رستم سے جنگ کرنے سے گریزاں ہے۔مدِ مقابل کی ہمت اور جوش دیکھ کر سہراب کو اس شخص پہ رستم کا گمان ہوتا ہے۔مگر رستم آن کی آن میں سہراب پر غالب آجاتا ہے اور فوراً مہلک وار لگا کر اسے زخمی کر دیتا۔موت کی تکلیف بھلا کر سہراب اپنے باپ کو یاد کرتا ہے۔وہ رستم سے کہتا ہے کہ کہیں دور جا کر چھپ جا، کیوں کہ تو میرے باپ رستم کے انتقام سے بچ نہ سکے گا۔رستم حیران ہو کر جواب دیتا ہے کہ اسکے تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے۔سہراب اپنے بازو پر بندھے ہوئے تعویذ کی طرف رستم کی توجہ دلاتا ہے۔اس انکشاف سے رستم کو یقین ہو جاتا ہے کہ زخمی بہادر اس کا اپنا بیٹا ہے۔اس حقیقت کا علم ہونے پر رستم کی جو حالت ہوئی اس کا اظہار ڈرامانگار نے بہت زوردار اور بھرپور الفاظ میں کیا ہے۔رستم اپنے کیے پر سخت پشیمان ہوتا ہے۔سہراب قسمت کا فیصلہ سمجھ کر موت کو گلے لگاتا ہے۔سامنے پڑی لاش دیکھ کر رستم ٹوٹے دل سے رب کے حضور گریہ وزاری کرنے لگتا ہے مگر جانے والے لوٹ کے کہاں آتے ہیں۔وہ ''سہراب۔سہراب'' پکارتے پکارتے بے ہوش ہو جاتا ہے۔

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب لکھیے۔

سوال: رستم نے کدا کے حضور کیا دعا کی تھی اور اس دعا کا کیا انجام ہوا؟

جواب: رستم نے خدا کے حضور دعا کی کہ اس بڑھاپے میں دنیا کے سامنے میری شرم رکھ اور ایک بار مجھے میری جوانی کا زور و جوش واپس کر دے۔اس دعا کے بعد رستم میں ایسی ہمت اور جوش و جذبہ پیدا ہوا کہ اس نے سہراب کو شکست دی۔

DHAKA COACHING CENTRE

سوال: سہراب نے رستم کو پیشکش کی اور رستم نے اس پیشکش کا کیا جواب دیا؟

جواب: سہراب نے رستم کو پیشکش کی کہ تو واپس چلا جا اور اپنے بجائے کسی اور ایرانی دلیر کو بھیج دے۔ میں تجھے زندگی اور سلامتی کے ساتھ لوٹ جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ جس کے جواب میں رستم نے کہا کہ کل کی اتفاقی فتح پر غرور نہ کر۔ ہر دنیا انسان کے لئے نئے انقلاب لے کر آتا ہے اور تقدیر کا پہیہ ہمیشہ ایک ہی سمت میں نہیں گھومتا۔

سوال: یہ جاننے کے بعد سہراب رستم ہی کا بیٹا ہے رستم کی کیا کیفیت ہوئی؟

جواب: یہ جاننے کے بعد کہ سہراب رستم ہی کا بیٹا ہے، رستم شدت غم سے نڈھال ہو گیا اور کہا کہ یہ میں نے کیا کیا؟ کوئی جانور کوئی حیوان بھی اپنی الواد کی جان نہیں لیتا تم تو انسان ہو لیکن حیوان سے زیادہ کوئی اور جہنمی سے بھی زیادہ بے رحم ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال: سہراب اپنے مدمقابل یعنی رستم کی موت کیوں نہیں چاہتا تھا؟

جواب: سہراب رستم کی موت اس لیے نہیں چاہتا تھا کہ اسے شک تھا کہ رستم اس کا باپ ہے اور اس کا دل بھی اس کی موت دیکھنے کے لیے راضی نہیں تھا۔ ایک غیبی آواز بار بار اسے رستم سے جنگ کرنے سے روک رہی تھی۔

سوال: سہراب کی موت پر رستم کے جذبات اپنے لفظوں میں بیان کریں؟

جواب: سہراپ کی موت پر رستم شدغم سے نڈھال ہو جاتا ہے اور کہتا کہ اب لاکھوں چاند ستارے مل کر بھی میرے غم کے اندھیرے کو دور نہیں کر سکتے آج میری زندگی کا خاتمہ ہو گیا اور آج ہی میرے لیے قیامت کا دن ہے کہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو قتل کر ڈالا ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

﴿سبق: زیور کا ڈبا﴾

سوال: چندر پرکاش نے عملی زندگی کا آغاز کیسے کیا؟

جواب: چندر پرکاش نے عملی زندگی کا آغاز ٹیوشن پڑھا کر کیا۔

سوال: کس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹھاکر صاحب چندر پرکاش پر اعتماد کرتے تھے۔

جواب: چندر پرکاش ایک پڑھا لکھا شریف انسان تھا ٹھاکر صاحب نے اپنے بیٹے کی شادی کا تمام تر ذمہ داری اس کے سپرد کی اور خرچے کے بارہ ہزار کی رقم اس کے ہاتھ میں رکھ دی۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال: چندر پرکاش کے ذہن میں بے ایمانی کا خیال کیوں آیا؟

جواب: چندر پرکاش نے جب ٹھاکر صاحب کے بیٹے کے لئے پانچ ہزار کا زیور خریدا تو وہ اس قدر مہنگا اور خوبصورت تھا کہ اس کے قدم ڈگمگا گئے اور اس کے دل میں بے ایمانی کا خیال آ گیا۔

سوال: ٹھاکر صاحب کی چندر پرکاش پر کسی ایک احسان کی تفصیل بتائیے۔

جواب: چندر پرکاش کو بینک میں ملازمت کے لئے دس ہزار روپے کی ضمانت درکار تھی جو اس کے پاس نہیں تھے اس لئے اس نے بینک میں نوکری کی درخواست نہ دی جب ٹھاکر صاحب کو علم ہوا تو انہوں نے دس ہزار دیئے اس کو بینک میں نوکری مل گئی۔

سوال: چندر پرکاش اور اس کی بیوی کے کردار کا تقابل کیجیے۔

جواب: چندر پرکاش کا تعلق ایک اچھے خاندان سے تعلق تھا ٹیوشن پڑھا کر اپنا گزارہ کیا کرتا تھا لیکن اختیار ملنے پر اس کی نیت خراب ہوگئی اور وہ زیور کا ڈبا چوری کر لیتا ہے جبکہ اس کی بیوی خواہشات کی ماری چرب زبان عورت ہے لیکن اُسے جب چندر پرکاش کی چوری کا علم ہوتا ہے تو وہ افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اسے بھی نادم کرتی ہے اور اس سے دور ہو جاتی ہے جب اس کے شوہر کو غلطی کا احساس ہوتا ہے تو وہ زیور کا ڈبہ واپس رکھ آتا ہے۔

سوال: چمپا کو یہ کیوں محسوس ہوا کہ اس کا بچھڑا ہوا خاوند بہت مدت بعد گھر آیا ہے۔

جواب: چمپا کو جب پتہ چلا کہ اس کے شوہر نے چوری کی تو وہ اس سے ناراض اور بیزار رہنے لگی لیکن جب اس نے یہ ڈبہ ٹھاکر صاحب کو واپس کر

[YOUTUBE: Success With Mr.Afridi] [FACEBOOK: Success With Mr.Afridi] [INSTAGRAM: success_with_mr.afridi]

DHAKA COACHING CENTRE

JOIN
FOR
MORE!!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

[YOUTUBE: Success With Mr.Afridi] [FACEBOOK: Success With Mr.Afridi] [INSTAGRAM: success_with_mr.afridi]

DHAKA COACHING CENTRE

JOIN FOR MORE!!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

دیا اُسے ایسے لگا کہ اس کا بچھڑا خاوند واپس آ گیا۔

سوال: افسانہ نگار نے زندگی میں خوشی حاصل کرنے کا طریقہ کیا بتایا ہے؟

جواب: افسانہ نگار کے مطابق ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ ہماری ذات سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور ہم پوری ایمانداری سے اپنے کام سرانجام دیں۔

سوال: چندر پرکاش نے ٹھاکر صاحب کا گھر کیوں چھوڑا۔

جواب: چندر پرکاش کو اس بات پر ڈر محسوس ہو رہا تھا کہ کہیں معاملہ پولیس تک نہ پہنچ جائے اور یہ نشانات جو چھت کی دیوار پر موجود ہیں کہیں اس کا راز عیاں نہ کر دیں اس کے دل میں ڈر تھا کہ کہیں اس کی حقیقت کا سب کو علم نہ ہو جائے۔

JOIN FOR MORE!!!

حوالہ: مذکورہ سبق منشی پریم چند کے افسانے مجموعے "پریم چند کے نمائندہ افسانے سے ماخوذ ہے۔"

تعارفِ مصنف: منشی پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے تھا آپ کو اردو کا پہلا افسانہ کہا جاتا ہے آپ نے دیہاتی اور کسانوں کے مسائل پر افسانے لکھے اور ان کی زندگی کی ترجمانی کی۔ آپ کے افسانے ہندوستانی آزادی کی تحریکوں کی جیتی جاگتی تصویر افسانے ہندوستانی آزادی کی تحریکوں کی جیتی جاگتی تصویر ہیں یہ افسانہ ان کے افسانے زادِ راہ سے ماخوذ ہے۔

خلاصہ:

افسانے کا مرکزی کردار چندر پرکاش ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہے جو کہ والد کے انتقال کے بعد ٹھاکر صاحب کے تھران کے بیٹے ویراندر کو تیس روپے کے عوض ٹیوشن پڑھانے آتا ہے ٹھاکر صاحب نے اپنے گھر سے متصل مکان اُسے دے رکھا تھا۔ کیونکہ جہاں وہ اور اس کی بیوی چمپا رہا کرتے تھے چندر پرکاش کی ٹھاکر صاحب بہت عزت کرتے کیونکہ وہ ایک محنتی اور ایماندار شخص تھا۔ البتہ اس کی بیوی چمپا مزاجاً تیز، خواہش کی ماری ایک چرب زبان عورت تھی گھر کے تمام معاملات میں ٹھاکر صاحب کی بیوی نے اپنے بیٹے ویراندر کی شادی اس کا مشورہ لیا جاتا تھا اور تمام معاملات اس کے مشورہ سے طے کیئے اور اس کے تمام انتظامات اس کے سپرد کیئے حتیٰ کہ اخراجات کی نقد رقم تک اس کے حوالے کر دی جب زیور کی خریداری ہوئی تو اسے دیکھ کر اس کا دل مچل گیا وہ جس نے کبھی سودے کی رقم سے ہیر پھیر نہ کی اب اس کے دل میں بے ایمانی کا خیال آ چکا تھا گھر آ کر بھی بیوی کے سامنے زیورات کا ذکر کرتا رہا بیوی بھی اپنی قسمت کا روتا روتی رہی۔ رات جب سب سو گئے اپنے گھر کی چھت سے ٹھاکر صاحب کی چھت پر جانے میں اسے دیر نہ لگی۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

اگلے دن صبح ہی زیور کی چوری کا شور مچ گیا۔ چمپا اسے اس چوری سے آگاہ کرتی ہے یہاں تک کہ جب وہ ان کے گھر جاتا ہے معاملات کا معلوم کرنے تو یہی کوشش کرتا ہے کہ پولیس اس معاملے میں مداخلت نہ کرے۔ٹھاکر صاحب بتاتے ہیں کہ نہ دروازے کی کنڈی کھلی ہے نہ کوئی تالا ٹوٹا ہے۔ چور آیا تو آیا کیسے؟ ٹھاکر صاحب چھت پر جاکر دیکھنے کو کہتے ہیں جب چھت پر جاکر دیکھا جاتا ہے تو دونوں چھتوں کی دیوار پر قدموں کے نشانات ہوتے ہیں ٹھاکر صاحب لحاظ میں چپ رہتے ہیں جبکہ چندر پرکاش خود ہی کہتا ہے کہ میں آج ہی گھر چھوڑ دونگا کیونکہ چور میرے گھر کے راستے سے داخل ہوئے ہیں۔ جبکہ اُسے یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں سب معاملات کی سچائی نہ جان جائیں جبکہ دوسری طرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کی غفلت سے چور گھر میں داخل ہوئے اس لئے وہ شرمندہ ہے۔ چندر پرکاش چمپا کے ساتھ الگ گھر میں رہنے لگتا ہے۔ اس زیور کو ایک صندوق میں چھپا دیا جب ہی چمپا اس صندوق کے بارے میں سوال کرتی چندر پرکاش یہی کہتا کہ یہ پرانی کتابیں ہیں ایک دن وہ چابی بنوا کر اس صندوق کو کھولتی ہے تو دنگ رہ جاتی ہے کہ ٹھاکر صاحب کا چوری ہوا زیور کا ڈبا اس میں موجود تھا۔ اب ساری بات اس کی سمجھ میں آتی ہے وہ اپنے شوہر سے بیزار اور دور دور رہنی لگتی ہے۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ چندر پرکاش اپنے محسن کے ساتھ ایسا کرسکتا ہے وہ بات بات پر اب اسے بالواسطہ ٹھاکر صاحب کے معاملات پر طعنے دیتی جبکہ ٹھاکر صاحب کے احسانات میں دن بہ دن اضافہ ہی ہوتا جارہا ہوتا ہے وہ اس کی بینک ملازمت کے سلسلے میں بطور ضمانت کے پیسے جمع کرواتے ہیں وہی وہ وقت ہوتا ہے کہ چندر پرکاش کو اپنے عمل سے گھن آتی ہے کہ وہ اپنے محسن کے ساتھ کیا دھوکا کررہا ہے بینک میں ملازمت ملنے کی خوشی میں وہ اس کے تمام خاندان والوں کو کھانے پر بلاتا ہے۔ اور رات ان کے رکنے پر اصرار کرتا ہے چمپا گھر کے ناکافی سامان پر حیران ہوتی ہے لیکن ٹھاکر صاحب اس کی ضد کے آگے مجبور ہوجاتے ہیں۔

رات اس کے گھر قیام کرتے ہیں اسی اثناء میں وہ رات کے کسی پہر وہ ڈبا ٹھاکر صاحب کے کمرے کے پلنگ کے نیچے وہ ڈبا رکھ دیا اگلے دن جب کو اگلے دن جب وہ شام کو پڑھانے جاتا ہے تو اُسے زیورات کے ملنے کی خوشخبری ملتی ہے۔ گھر جاکر وہ چمپا کو یہ خوشخبری ملتی ہے۔ تو چمپا رونے لگتی ہے۔ اسے لگا کہ اس کا بچھڑا خاوند گھر لوٹ آیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!

مرکزی خیال:

زیر نظر افسانے کا محور یہ فلسفہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کس طرح چور راستے اختیار کرتا ہے۔ اس میں معاشی بدحالی کو بھی جرائم کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ جس کی بناء پر مادی چیزوں کا حصول مقصد بن جاتا ہے۔ انسان خیر وشر کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے۔ لیکن ضمیر کی عدالت خیر پر شاباش اور شر پر ملامت کرتی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان ذہنی آسودگی سے محروم ہوجاتا ہے اصل سکون وراحت خیر و نیکی میں ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

(مضامین)

JOIN FOR MORE...!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴾سبق: قومی اتفاق﴿

سوال نمبر۱: درج ذیل سوالات کے جوابات دیجئے۔

(الف) پرانے زمانے میں لفظ ''قوم'' سے کیا مراد لی جاتی تھی؟

(جواب) قدیم زمانے میں مشہور بزرگ کی نسل سے وجود میں آنے والے انسان یا کسی ملک کے رہنے والے لوگ ایک قوم کہلاتے تھے۔

(ب) اسلام نے تفرقۂ قومی کی مٹا کر کون سا رشتہ قائم کیا؟

JOIN FOR MORE!!!

(جواب) اسلام کی برکت ہے کہ اس نے بتایا کہ قومیت کی بنیاد پر فخر کو مٹا کر تمام کلمہ ایک لڑی میں خود کو پرو دیں۔ اس کے نتیجے میں ایسا روحانی رشتہ پیدا ہوتا ہے جو تمام نسلی و قومی رشتوں پر غالب ہے۔

(ج) سرسید کے نزدیک قومی ترقی اولین مرحلہ کیا ہے؟

(جواب) سرسدی کے نزدیک قومی ترقی کے لئے اولین مرحلہ یہ ہے کہ ہم ہر طرح کی عصبیتوں، دشمنیوں اور آپس میں پڑھنے والی پھوٹ سے دستبردار ہوں۔ باہم محبت کا مظاہرہ کرکے اتفاق یکجہتی سے رہیں۔

(د) یکتائی و یک جہتی سے سرسید کی کیا مراد ہے؟

(جواب) یکتائی اور یک جہتی کا مظاہرہ کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے ذاتی نظریات اور دلی اعتقادات کو خیر باد کہہ دیں۔ بلکہ سرسید کا یہ نقطۂ نظر ہے کہ اختلاف ایک فطری چیز ہے جسے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اختلافات کو رواداری اور آپس کی ہمدردی سے قابلِ برداشت بنایا جا سکتا ہے۔ قومی ہمدردی کا جذبہ ہو تو بہت سے اختلافات کے ہوتے ہوئے اتفاق اور یک جہتی عمل میں آسکتی ہے۔

(ڈ) مسلمانوں کے زوال کا سب سے بڑا سبب کیا ہے؟

(جواب) قومی کے افراد جب قومی مفادت کا بالائے طاق رکھ کر ذاتی فائدے اور ذاتی اغراض میں لگے رہیں، تو بلا آخر وہ قوم زوال کا شکار ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کے زوال کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

(و) سرسید کے مطابق قومی اتحاد کیسے قائم کیا جاسکتا ہے؟

(جواب) انسان کی ایک ذاتی زندگی ہوتی ہے اور دوسری زندگی وہ ہے جس میں اس کے معاملات دوسرے لوگوں سے وابستہ ہیں۔ سرسید کے مطابق ہمیں لوگوں کے اس دوسرے پہلو سے سروکار رکھنا چاہیے۔ ہمارا برتاؤ اپنی قوم کے ساتھ ہر طرح سے خیر خواہی کا ہونا چاہیے جسے سرسید نے قومی ہمدردی سے تعبیر کیا ہے۔ یہی قومی ہمدردی قومی اتفاق قائم کرسکتی ہے۔

(ز) قوم ہمدردی کے کیا فائدے ہیں؟

(جواب) قومی ہمدردی کے طفیل ہم نہ صرف خدا کے حکم کی اطاعت بجالاتے ہیں، بلکہ ہم ایک ایسے انسانی رشتے میں جڑ جاتے ہیں جس کی بنیاد ہمدردی پر مبنی ہے۔ یہ قومی ہمدردی ہے جو قوموں کی ترقی کی راہ پڑالتی ہے۔

JOIN FOR MORE!!

(ح) شخص اتفاق اور قومی اتفاق میں کیا فرق ہے؟

(جواب) ایک انسان سے مختلف طرح کے افعال کا صدور ہوتا ہے جس سے قدرتاً اختلاف بھی ہوتا ہے اور اتفاق بھی انفرادی طور پر ہمیں جس کسی کے قول و عمل سے اتفاق ہو وہ شخصی اتفاق کہلاتا ہے۔ قومی اتفاق یہ ہے کہ ہمارے درمیان کیسے ہی چھوٹے بڑے اختلافات کیوں نہ ہوں، ہمارے قومی رویوں پر اس کا اثر ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ قومی سطح پر اتفاق اور اتحاد کی فضا قائم رہی چاہیے۔

حوالہ مصنف: سرسید احمد خان کو جدید اور نثر کا بانی کہا جاتا ہے۔ آپ ادیب اور ماہر تعلیم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مسلم الثبوت صحافی بھی تھے۔ سرسید کی اصلاحی تحریک نے جہاں مسلمانوں کے طرز معاشرت پر مثبت مرتب کئے وہیں اردو ادب و صحافت کو ایسے شعرا اور ادیب فراہم کئے جو اردو کے عناصر خمسہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ سرسید کی خدمات تعلیم سے لے کر سماجیات اور اب تک ہر شعبے میں منفرد حیثیت رکھتی ہیں۔ (یہی حوال مصنف ہر پیراگراف کے ساتھ لکھا جائے گا)

سوال نمبر ۴: درج ذیل جملوں کی وضاحت کیجئے۔

(الف) ہم میں قومی اتفاق کا خیال نَسیاً مَنسِیاً ہوگیا ہے؟

(وضاحت) موجودہ زمانے میں ہماری قوم کے زوال کا اصل سبب باہمی اتفاق و یگانت کا ناپید ہو جانا ہے۔ ہماری قوم نے اتفاق و اتحاد کی اہمیت و برکت بالکل بھلا دیا ہے۔ قومی اتفاق کے بجائے ذاتی غرض، خودغرضی، بے حسی اور لالچ ہماری اجتماعی بربادی اور خسارے کا سبب بنتی جارہی ہے۔ غضب یہ ہے کہ کسی کو اس بے حسی اور زوال کا احساس بھی نہیں ہے۔

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

(ب) جس کسی نے العُروۃ الوُثقیٰ کلمۂ توحید کو مستحکم کیا وہ ایک قوم بن گیا۔

(وضاحت) اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ یہ نسل پرستی اور قوم پرستی کی دعوت نہیں دیتا۔ اس کی دعوت کا مقصد خدا پرستی یا توحید پرستی ہے۔ رنگ و نسل کے تمام امتیازات پر ایک کلمہ توحید کو فوقیت حاصل ہے۔ یہ وہ مضبوط رسی ہے جسے تھامنے والوں کو کسی دوسرے امتیاز پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔ کلمۂ توحید کو ماننے والے ایک قوم ہیں۔ دنیا کے تمام مسلمان اس کلمے کی نسبت سے ایک مضبوط روحانی رشتے سے منسلک ہیں۔ لہٰذا جو قوم کلمۂ توحید کو بنائے گی وہ ایک مضبوط قوم بن جائے گی۔

(ج) ہم سب آپس کی محبت سے اس عداوت و نفاق کو یکتائی و یکجہتی سے مُبدّل کریں۔

(وضاحت) آپس کی دشمنی، انتشار اور باہمی پھوٹ قوم کے زوال کے لیے شیطان کا ایک ہتھکنڈہ ہے۔ نا اتفاقی کی بنا پر مسلمان رشتہ اخوت کو توڑ کر مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ناکامی، نامرادی، ذلت اور رسوائی ہمارا مقدر بن کے رہ گئی ہے۔ لیکن ابھی ابھی ہمارے پاس وقت ہے کہ خود کو تباہی اور بربادی سے بچا سکتے ہیں۔ اور وہ احد راستہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے سے سچی محبت سچی دوستی، دوستانہ رویہ اور نیک برتاؤ رکھیں۔ نا اتفاقی کی جگہ قومی اتفاق اور قومی ہمدردی کو اپنا نصب العین بنائیں۔

JOIN FOR MORE!!!

اہم اقتباسات کی تشریحات۔

(ا) مجھے اس بات کو دیکھنے سے نہایت افسوس ہے کہ ہم سب آپس میں بھائی تو ہیں، مگر مثل بردانِ یوسف کے ہیں۔ آپس میں دوست اور محبت، یک دلی اور یک جہتی بہت کم ہے۔ حسد بغض و عداوت کا ہر جگہ اثر پایا جاتا ہے جس کا نتیجہ آپ کی نا اتفاقی ہے"۔

تشریح: سرسید ایک مصلحِ قوم تھے۔ قوم کا درد اُن کی رگ و پے میں سمایا ہوا تھا۔ مذکورہ الاقتباس میں وہ نہایت دکھی دل کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ ہم سب انسانی رشتے سے منسلک ہو کر، نیز آسمانی تعلیمات کو جان کر بھی ایک دوسرے سے حد، دشمنی اور دلی نفرت رکھتے ہیں۔ ہمارا حال حضرت یوست علیہ السلام کے بھائیوں کی مانند ہو گیا ہے جو دوسرے کو نقصان پہنچانے کی فکر میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ آج یہ حالت ہے کہ دل میں خیر خواہی کے جذبات کم اور اتفاق و محبت کا فقدان ہے۔ حقیقی بھائی چارگی کی جگہ نا اتفاقی عام ہے۔ نا اتفاقی کی بنا پر مسلمان رشتہ اخوت کو توڑ کر فرقوں م، گروہوں اور ذاتوں میں بٹ گئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہم انسانیت اور باہمی ہمدردی سے دور ہیں۔ یہ سراسر قومی خسارہ ہے اگر سمجھیں!

DHAKA COACHING CENTRE

(۲) ان نا اتفاقیوں نے ہماری قوم کو نہایت ضعیف اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ جمعیت کی برکت ہماری قوم سے جاتی رہی ہے۔ قومی ہمدردی اور قومی تعلق اور قومی اُمور کے سرانجام دینے میں اس نالائق نا اتفاقی نے بہت کچھ اثرِ بد پہنچایا ہے۔ پس ہماری قوم ترقی کا سب سے اول مرحلہ یہ ہے کہ ہم سب آپس کی محبت سے اس عداوت ونفاق کو یکتائی و یک جہتی سے مُبدل کریں۔

تشریح: کسی بھی قوم میں جب کمزوری آتی ہے تو اس کا ایک اہم سبب نا اتفاقی ہوا کرتا ہے۔ ہمیں بھائی بھائی بن کے رہنے کی تعلیمات دی گئی ہیں۔ لیکن صد افسوس کہ اللہ تعالیٰ کے قائم کیے ہوئے اخوت کے رشتے کو چھوڑ کر ہم نے اپنے ہی بھائیوں سے رنگ ونسل، مسلک وقومیت کی بنیاد پر نفرت اور حسد کرنا شروع کر دیا ہے جس کا کہیں حکم نہیں۔ بلکہ گناہ عظیم ہے۔ اس گناہ کا عذاب ہم پر یہ نازل ہوا ہے کہ آپس میں پھوٹ اور نا اتفاقی کا دور دورہ ہے۔ قوم کی قوتِ طاقت اور شوکت میں ہر آنے والے روز کمی آتی جارہی ہے۔ برا ہوا اس نا اتفاقی کا، کہ جس مے مضر اثرات اس قدر پھیل گئے ہیں کہ قومی ہمدردی ایک بے معنیٰ شے بن کے رہ گئی ہے، اور وہ دن دیکھنے پڑے ہیں کہ قوم ترقی کے بجائے زوال آمادہ ہے۔ پس ہماری اولین ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ قوم کی ترقی کی خاطر آپس میں محبت اور اتفاق پیدا کریں۔ نفاق کے بجائے یکجہتی کو اختیار کریں۔ بظاہر یہ ایک مشکل کام ہوگا لیکن اس کے صلے میں قوم ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو جائے گی۔ ہماری ترقی اور فلاح بھی قوم کی کامیابی سے وابستہ ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

پیراگراف نمبرا: **"نہایت افسوس اور نادانی کی بات ہے کہ ہم کسی سے ایسے امر میں عداوت نہیں رکھنی چاہیے جس کا اثر خود اسی تک محدود ہے .... آپس میں برادرانہ برتاؤ قومی اتفاق قومی ہمدردی قائم ہوسکتی ہے جو قومی ترقی کے لئے پہلے منزل ہے"۔**

	الفاظ	معنی
ا۔	ناپید	غائب
۲۔	جلب	حاصل کرنا

تشریح: سرسید کہتے ہیں کہ ہمیں محض کسی شخص سے اس بناء پر عدوات نہیں رکھنی چاہیے یا اس کی مخالفت نہیں کرنا چاہیے کہ وہ شیعہ ہے سنی ہے وہابی ہے لامذہب ہے وغیرہ یہاں وہ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کتنے افسوس اور کم عقلی کی بات ہے کہ ہم کسی سے ایسے امر میں عداوت رکھیں جس کا اثر صرف اُسی کی ذات تک ہے اور ہم کو اس سے کچھ بھی خطرہ نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کوئی تکلیف یا نقصان ہے وہ کہتے ہیں کہ جو حصہ کہ انسان میں اُس کے ابنائے جنس کا ہے ہم کو اس سے مطلب ہونا چاہیے اسی سے غرض رکھنا چاہیے اور وہ حصہ آپس کی محبت باہمی

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

دوستی ایک دوسرے کی مدد ایک دوسرے کی ہمدردی ہے اور جب یہ تمام چیزیں ملتی ہیں تو اسی کے مجموعہ کا نام قومی ہمدردی ہے سرسید مزید کہتے ہیں اس کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں یہی ایک طریقہ ہے جس سے خدا کے حکم کی بھی اطاعت ہوسکتی ہے اور ہمارے درمیان آپس میں برادرانہ برتاو قائم ہوسکتی ہے۔

پیراگراف نمبر۲: قوم کا لفظ ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنوں پر کسی قدر غور کرنا لازم ہے۔ زمانہ دراز سے جس کی ابتدا تاریخی زمانے سے بھی بالاتر ہے۔ قوموں کا شمار کسی بزرگ کی نسل میں ہونے یا کسی ملک کا باشندہ ہونے سے ہوتا تھا۔

حَضرت مُحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ (ترجمہ: حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ) پر اور آپ کے آل اور صحابہ کرامؓ پر رحمت اور سلامتی ہو) نے اس تفرقہ قومی کو جو صرف دنیوی اعتبار سے تھا، مٹا دیا اور ایک روحانی رشتہ قومی قائم کیا جو ایک حبل المتین:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

JOIN FOR MORE!!!

تشریح: اس پیراگراف میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے کہ وہ ترک نسل سے تعلق رکھتا ہے یا تاجیک وہ افریقہ میں رہتا ہے یا وہ عرب و چین کا باشندہ ہے یا وہ پنجاب میں پیدا ہوا ہے یا اس کی پیدائش ہندوستان میں ہوئی اس کا رنگ کیسا ہے وہ کالا ہے یا گورے رنگ کا ہے اسلام ان سب باتوں کو اہمیت نہیں دیتا اس کی نظر میں یہ سب باتیں بے معنی ہیں وہ لہٰذا وہ ان سب باتوں کو زیر بحث نہیں لاتا بلکہ اسلامی کی نظر میں اس بات کی اہمیت ہے کہ جس کسی نے دل سے کلمہ توحید پڑھ لیا اور پھر وہ اس پر قائم رہا یعنی جس نے یہ اقرار کر لیا کہ اللہ ایک ہے اس کے سوال کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور پھر اُس نے اپنے اس عقیدے کو مستحکم کیا اور ہر حال میں اس پر قائم رہا وہ ایک قوم ہو گیا نہ صرف یہ کہ وہ ایک قوم ہو گیا بلکہ ایک روحانی باپ کا بیٹا بن گیا۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''بے شک مومنین بھائی بھائی ہیں اور اپنے بھائیوں کے درمیان مصالحت کراؤ شاید کہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر رحم کیا جائے''۔

اب سوچنے کی بات ہے کہ ایسا کون سا انسان ہے جو دو بھائیوں کو ایک باپ کا بیٹا نہیں جانتا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے تو مصنف سوال کرتا ہے کہ جبکہ تمام مسلام آپس میں بھائی بھائی ہیں تو ہم سب کا ایک روحانی باپ کی اولاد ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہنا چاہیے یعنی ایک روحانی باپ کی اولاد ہونے میں کیا شک رہا؟

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

پیراگراف نمبر۳: ''اس زمانے میں سب سے بڑا سبب ہماری قوم کے منزل کا ہے وہ یہی ہے کہ ہم میں قومی اتفاق کا خیال نسبتاً نسیا ہوگیا ہے................ قومی بھلائی کے پردے سے اس کی پردہ پوشی کرنا چاہتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے کاموں میں برکت نہیں ہوتی''۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
۱۔ نسیاً	بھولا ہوا	۳۔ غرض	ضرورت
۲۔ بجز	علاوہ/ سوائے	۴۔ نسیا	بھولنے کا عمل جاری ہونا
۵۔ منفعت	فائدہ	۶۔ تنزل	زوال/ پستی

JOIN FOR MORE!!!

تشریح: اس میں سرسید کہتے ہیں اس زمانے میں ہماری قوم کی پستی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم میں قومی اتفاق کا خیال ختم ہوگیا ہے یا ہم قومی اتفاق کو فراموش کر بیٹھے ہیں اسے بھول گئے اور بھولتے جا رہے ہیں کسی کو اپنی ذاتی بھلائی کے برعکس قومی بھلائی کا خیال بھی نہیں آتا وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی کچھ کرتا بھی ہے تو اس کو پہلے اپنے ذاتی غرض پیش نظر ہوتی ہے یعنی وہ یہ دیکھتا ہے کہ وہ جو کچھ کرنے جا رہا ہے اس سے اس کی ذات کو کتنا نفع پہنچ سکتا ہے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ قومی بھلائی کی آڑ میں اس کی پردہ پوشی کرتا ہے یا کرنا چاہتا ہے دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا ہے یعنی وہ جو کام کرنے جا رہا ہے اور وہ قومی بھلائی کو بھی پیش نظر رکھتا ہے مگر پہلے وہ اپنے زاتی نفع نقصان کے بارے میں سوچ لیتا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ قوم کے ساتھ ساتھ میری بھی بھلائی ہے یا نہیں یا مجھے یا میری ذات کو اس سے کتنا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے سرسید کہتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جو کام کرتے ہیں اس میں برکت نہیں ہوتی۔

پیراگراف نمبر۴: ''مگر مجھے اس بات کو دیکھنے سے نہایت افسوس ہے وہ ہم سب آپس میں بھائی تو ہیں مگر مثال برادران یوسف کے ہیں................ اس نفاق کو جو ہر حالت میں مردود ہے ایک مقدس لباس پہناتے ہیں یعنی مذہبی مقدس لباس کا خلعت اسے عنایت کرتے ہیں''۔

تشریح: اس سے قبل جز میں سرسید نے کہا تھا کہ اللہ نے سب مسلمانوں کو آپس میں بھائی فرمایا ہے اس عبارت میں سرسید احمد خان کہتے ہیں کہ مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ ہم سب آپس میں بھائی تو ہیں مگر ہماری مثال حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی طرح ہے (حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائی تھے جو ہر وقت آپس میں لڑتے رہتے تھے) یعنی دیکھنے میں تو وہ بھائی تھے مگر وہ آپس میں لڑتے ان کے درمیان محبت و یکجہتی اور یک دلی کم تھی اور ہماری مثال بھی ان ہی بھائیوں کی طرح ہے ہمارے بھی آپس میں پیار و محبت، یک دلی اور یکجہتی کم ہے ہم آپس میں مل جل کر نہیں

DHAKA COACHING CENTRE

رہتے اس کی بہ نسبت حسد، بغض اور عداوت ہر جگہ دیکھنے کو مل جاتا ہے اور ہر جگہ اس کے اثرات موجود ہیں جس کا نتیجہ ہمارا آپس میں مل جل کر نہ رہنا ہے ہمارے درمیان باہمی نااتفاقی ہے شیطان جس نے خدا سے وعدہ کیا کہ لا تقرت لھم صراط المستقیم (اور انہیں صراط مستقیم کی رہنمائی نہیں ہوگی)۔

JOIN FOR MORE!!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

JOIN
FOR
MORE!!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴿سبق: زبان گویا﴾

سوال: اس مضمون کے آغاز میں زبان کے لئے کون کون الفاظ وتراکیب استعمال کئے گئے ہیں؟

جواب: اس مضمون کے آغاز میں زبان کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ وتراکیب استعمال ہوئے ہیں۔

شیوابیاں، ساحرِ فسوں ساز، جاں گداز، کاٹے کا منز

سوال: بچپن میں زبان کا کیا کردار بیان کیا گیا ہے؟

بچپن میں زبان اتنی پختہ بولی نہیں بولتی اس لئے نامکمل بول لوگوں کو خوش ہونے اور دوسروں کا دل بھلانے کے لئے استعمال ہوتی ہے اپنے والدین اور بزرگوں سے کبھی اپنی شوخی سے ان کا دل دکھایا جاتا ہے اور نامکمل بولی سے زم پڑ جاتا ہے۔اور کبھی نادانی میں کی ہوئی باتیں لوگوں کے دلوں کو تکلیف دیتی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال: کن باتوں سے زبان کی خصوصیات کو نقصان پہنچتا ہے؟

جواب: زبان کا منصب اور مقام اعلیٰ ہے اگر وہ اپنا فرض نبھائے چھوٹ بولنے ،غیبت کرتے ،تہمت لگانے فریب دینے اور چغلیاں کھانے سے زبان کی خصوصیات کو نقصان پہنچتا ہے زبان کی گستاخی، مکاری، عیاری اور منہ پھٹ ہونا اس کی خصوصیات کو نقصان پہنچاتا ہے۔

سوال: حالی نے زبان کا طاقت کو نمونہ قدرت الٰہی کیوں کہا ہے؟

جواب: حالی نے زبان کی طاقت کو نمونہ قدرت الٰہی کہا ہے کیونکہ یہ محض ایک دین کا حصّہ نہیں فقط گوشت کا ایک لوتھڑا نہیں ہے بلکہ مصنف نے اس کی طاقت کو نمونہ قدرت الٰہی قرار دیا ہے کیونکہ زبان کی کامیابی کا زار اسکی سچائی میں پہناں ہے وہ آزاد ہے اگر اس نے سچائی کا راستہ چھوڑا غلامی کی زندگی اختیار کی تو اپنی خوبیوں کو برباد کیا یہ دل کی باتوں کو راز میں رکھتی ہے یہ روح کے پیغام کی قاصد ہے لہٰذا اپنی صفات کو برقرار رکھنے کے لئے خیانت سے بچنا ضروری ہے۔

سوال: زبان کو منصب اور خدمت کے لحاظ سے کن صفات کا حامل قرار دیا گیا۔

جواب: زبان کا منصب بلند و بلا، اعلیٰ وارفع ہے جو کام زبان سے لیا جا سکتا ہے اس کی بنا پر اس کوئی صفات کا حامل قرار دیا گیا ہے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

سوال: زبان کے بہتر استعمال کے حوالے سے مصنف نے کیا دعا کی؟

جواب: زبان کے بہتر استعمال کے لئے شاعر نے دعا کیا یہ الٰہی !اگر ہم گفتگو کرنے کی اجازت ہو تو سچ اور حق بولنے کی صلاحیت دے اگر ہمارے دل میں تیری قدرت کا اختیار ہے ہمارے دل میں تو بستا ہے تیری حکومت ہے تو ہمارے زبان پر ہمیں قدرت عطا کرتا کہ ہم سچ بولیں حق وصداقت کا پرچم بلندر ہے تا کہ جب تک دنیا میں رہیں حق کا بولا بالا رکھیں اور جب تیرے حضور حاضر ہوں صادق یعنی سچے کہلائیں۔

حوالہ سبق: یہ اقتباس شامل نصاب مضمون ''زبان گویا'' سے لیا گیا ہے جس کے مصنف مولانا الطاف حسین حالی ہیں۔

JOIN FOR MORE!!

اہم اقتباسات کی تشریح

ا) تو وہی زبان ہے کہ بچپن میں کبھی اپنے ادھورے بولوں سے غیروں کا جی لبھاتی تھی اور کبھی اپنی شاخیوں سے ماں باپ کا دل دُکھاتی ہے۔ تُو وہی زبان ہے جوانی میں کہیں اپنی نرمی سے دلوں کا شکار کرتی تھی اور کہیں اپنی تیزی سے سینوں کو فِگار کرتی تھی''۔

تشریح: انسان کی زندگی کے مختلف مراحل ہیں۔ ایک بچپن کا زمانہ ہوتا ہے جس میں بچے کے پاس الفاظ کی محدود دنیا اور بہت کم معلومات ہوتی ہیں۔ بچپن کی معصومیت سے گندھے الفاظ جب اس کی زبان سے ادا ہوتے ہیں تو دیکھنے والوں کو اس کی اس سادگی اور معصومیت پر پیار آجاتا ہے۔ بچے کی زبان سے ادا ہونے والے ادھورے فقرے دل کی سچی ترجمانی کر رہے ہوتے ہیں۔ جس میں کسی طرح کا تکلف اور تصنع نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک طرح کی بے ساختگی ہوتی ہے۔ کبھی وہ بے ساختگی ایسی شوخ صورت اختیار کرجاتی ہے جو ناگوار بھی گزرتی ہے۔ عقل اور سمجھ کا سرمایہ محدود ہونے کے سبب بچے سے ناپسندیدہ اور غیر شائستہ باتیں صادر ہو کر ماں باپ کے دلوں کو زخمی کر دیتی ہیں۔ جب کہ یہ ایک روشن حقیقت ہے کلہ ماں باپ کی اپنی اولاد سے محبت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ جب جوانی کی دہلیز پر انسان قدم رکھتا ہے تو بالعموم جذبات میں توازن بہت کم ہوا کرتا ہے۔ زندگی کی بعض رغبتیں اس کے کسی کسی جذبے کو زیادہ ابھار کر وہ کام لیتی ہیں کہ جوانی دیوانی مق مقولہ صادق آتا ہے۔ وہ اپنی جوانی میں ایسا مدہوش ہوتا ہے کہ اپنی زبان کو اپنے جذبات کی تسکین کا وسلیہ گردانتا ہے۔ اس کی زبان سے مہربانی کے کلمات نچھاور ہوتے ہیں تو دوسرے کو دام میں لانے کے لیے ہوتے ہیں۔ اور یہی زبان انسانی جذبات کے ہاتھوں اس قدر مغلوب ہو جاتی ہے کہ وہ الفاظ سے نشتر کا کام لیتی ہے اور لوگوں کے دلوں کو چیر کے رکھ دیتی ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

(۲) ”دشمن کو دوست بنانا اور دوست کو دشمن کر دکھانا تیرا ایک ادنیٰ کھیل ہے، جس کے تماشے سیکڑوں دیکھے اور ہزاروں دیکھنے باقی ہیں۔ اے میرے بنی بات کو بگاڑنے والی اور میرے بگڑے کاموں کو سنوارنے والی اروتے کو ہنسانا اور ہنستے کو رلانا، روٹھے کو منانا اور بگڑے کو بنانا نہیں معلوم تو نے کہاں سے سیکھا ہے اور کس سے سیکھا؟

تشریح: روزمرہ بات چیت میں زبان ایک اہم وسلیہ ہے جس سے انسانی خیالات کی ترسیل ہوتی ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ تاریخ نے وہ مناظر بھی دیکھے ہیں کہ جب زبان کے بے جا استعمال نے بہت سے لوگوں کا دل دکھایا ہے۔ اچھے بھلے ہم راز دوست بھی جان کے درپے ہو جاتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب ہمارے جذبات کا طوفان ابل رہا ہوتا ہے اور اس کے آگے بند باندھنا ممکن نہیں رہتا۔ ضبط اور حوصلہ کی کمی زبان میں کڑواہٹ گھول کر اس سے وہ سب کہلواتی ہے جسے کوئی سننا اور برداشت کرنا پسند نہیں کرتا۔ اور یہی زبان ہے جو ہمارے احساسات کی ترجمان بھی ہے۔ اس زبان سے ادا ہونے والے نرم اور سبک الفاظ سنگ دلوں کو موم کر دیتے ہیں۔ بقول بابر عطا:

پتھروں کو موم کرنا تو کوئی مشکل نہیں   شرط یہ ہے بات میں تاثیر ہونی چاہیے

یہ حقیقت ہے انسانوں کے باہم تعلقات ہمیشہ ایک سے نہیں رہتے ان میں اتار چڑھاؤ اور غیر معمولی انقلاب آتا رہتا ہے۔ ان سب معاملات میں زبان کا کلیدی کردار ہے۔ مولانا حالی زبان کو مخاطب کر کے کہہ رہیں ہیں اے زبان! تو بظاہر جس کا ایک حصہ ہے مگر کیا بات ہے بگڑے ہوئے معاملات سورتے ہیں تو تیرے ہی فیض سے۔ بنی بنائی بات بگڑتی ہے تو وہ بھی تیرے ہی طفیل۔ اے زبان! تجھ سے ادا ہونے والے خوشنما الفاظ اداس، افسردہ اور غمزدہ لوگ کے دلوں میں بہار لے آتے ہیں: کوئی مسرور اور مطمئن ہو تو تیرے الفاظ اس کے کلیجے پہ آرے چلا دیتے ہیں۔ یہ بیک وقت لطف و کرم اور ظلم و ستم کی ادائیں تو نے کہاں سے سیکھی ہیں!

JOIN FOR MORE!!

(۳) ”اے زبان! تو دیکھنے میں تو ایک پارہ گوشت کے سوا کچھ نہیں، مگر تیری طاقت نمونہ قدرت الٰہی ہے۔ دیکھ اس وقت کو رائگاں نہ کھو اور اس قدرت کو خاک میں نہ ملا۔ راستی تیرا جوہر ہے اور آزادی تیرا زیور۔ دیکھ اس جوہر کو برباد نہ کر اور اس زیور کو زنگ نہ لگا“۔

تشریح: بلاشبہ زبان ایک گوشت کا ٹکڑا ہی تو ہے مگر قدرت نے اسے وہ صلاحیت عطا کی ہے کہ دلوں کی کیفیات کو بیان کر سکے۔ اس کی طاقت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ جس نا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ کبھی اپنے میٹھے بول سے دوسروں کے جی موہ لیتی ہے، تو کبھی امن و سکون کے ماحول کو جنگ و جدل میں بدل دیتی ہے۔ ہنستے بستے لوگ آگ اور شعلوں کی نذر ہو جاتے ہیں۔ خون کی بو ہر سو پھیل جاتی ہے۔ مولانہ حالی زبان کی اس غیر معمولی طاقت کو بیان کر کے اس مشورہ دے رہے ہیں کہ طاقت کے باجا استعمال سے انحراف مت کر۔ زبان پر ٹوک اور منہ پہ لگام دینی چاہیے

DHAKA COACHING CENTRE

اگر یہ لایعنی اور فضول گوئی میں مشغول رہ کر وقت برباد نہ کریں۔ زبان کو تخلیق اسی لیے کیا گیا ہے کہ سچ کو اپنا شعار بنائے۔ جب تک جان میں جان ہے اس سے ہدایت، نیکی اور صحیح رہنمائی کا کام لینا چاہیے، خواہ کیسی ہی مصیبت کیوں نہ جھیلنی پڑے۔ زبان کا مناسب آزادی کے ساتھ استعمال اس کی اہمیت دو چند کر دیتا ہے۔

(۴) ''اے زبان! تیرا منصب بہت عالی ہے اور تیری خدمت نہایت ممتاز۔ کہیں تیرا خطاب کاشفِ اسرار ہے کہیں تیرا لقب محرم راز۔ علم ایک خزانہ غیبی اور دل اس کا خزانچی، حوصلہ اُس کا قُفل ہے اور تو اس کی کنجی۔ دیکھ اس قُفل کو بے اجازت نہ کھول اور اس خزانے کو بے موقع نہ اُٹھا''۔

JOIN FOR MORE!!!

تشریح: مولانا حالی زبان کو مخاطب کر کے دراصل انسان کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ زبان انسانی جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرتی ہے۔ ہمارے خیالات اور مافی الضمیر کا اظہار اسی کے ذریعے ہوتا ہے۔ سر کے بال سے لے کر پاؤں کے ناخن تک کی ساری کیفیت کا اظہار زبان کے وسیلے سے ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے زبان کا منصب بہت بلند بھی ہے، لیکن اپنے اندر ایک احساسِ ذمہ داری بھی لیے ہوئے ہے۔ کیسے چھپے ہوئے علم کے خزانے اور پوشیدہ حقیقتوں کے راز ہیں جو زبان سے عیاں ہوتے ہیں۔ کتنے ایسے راز ہیں کہ زبان چاہے تو بیان کر کے نظام زندگی میں بھونچال لا سکتی ہے، مگر وہ ان کی حفاظت کرتی ہے۔ حضرت انسان کو قدرت کی طرف سے عظیم الشان علم کا خزانہ ودیعت ہوا جس کا مرکز انسانی قلب کو بنایا گیا ہے۔ علم ایک عظیم دولت ہے۔ بذاتِ خود یہ کوئی مفید چیز نہیں جب تک کہ اس کہ استعمال نہ ہو۔ اس کا استعمال اور اظہار کچھ چیزوں کا تقاضہ کرتا ہے۔ کتنا اور کیسے علم منتقل کرنا ہے اس کے لیے موقع محل کی اہمیت ہے مناسب ضبط اور حوصلہ کا مظاہرہ اصل امتحان ہے۔ مناسب سوجھ بوجھ کے بغیر اس خزانے کو خرچ کیا جائے تو اکثر مفید نتائج نہیں مل پاتے۔ اس لیے لازم ہے کہ زبان اور حوصلہ کو بوقت ضرورت کام میں لایا جائے۔ تاکہ نقصانات سے بچا جا سکے۔

DHAKA COACHING CENTRE

﴾سبق: تخلیق کائنات﴿

درج ذیل اقتباس میجر آفتاب حسن کے مضمون ''تخلیق کائنات'' سے لیا گیا ہے۔

اقتباسات کی تشریح۔

(۱) ''ہماری زمین اَن مول خزانوں سے بھری پڑی ہے ان خزانوں سے جو دولت نکلتی ہے اس میں پڑولیم ایسی شے ہے جس کا بدل ملنا مشکل ہے۔ جدید دنیا دراصل مشین کی دنیا ہے۔ مشین کے لیے اس وقت تین اہم ذریعے بجلی کوئلہ اور پڑول''۔

JOIN FOR MORE!!!

تشریح: مصنف منتخب فن پارے میں کہہ رہے ہیں کہ قدرت نے زمین کے اندر بیش بہا خزانے رکھے ہوئے ہیں۔ یوں تو موجودہ دور میں زمین سے نکلنے والے خزانوں میں سے ہر ایک کی اہمیت ہے، اور موجودہ ترقی میں ان کا کلیدی کردار بھی ہے؛ لیکن دیکھا جائے تو ان میں پیٹرول کی وقعت سب سے زیادہ ہے۔ جدید دور میں صنعتوں کی ترقی عروج پر ہے۔ صنعتی پیداوار بڑھ گئی ہے۔ تجارت پھیلتی جا رہی ہے۔ ذرائع آمد و رفت اور پیغام رسانی کی جدید ایجادات سے دنیا سمٹ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشینوں کی حکمرانی قائم ہے۔ ان سب کے پیچھے بجلی کے ساتھ پیٹرول کا بھرپور حصہ ہے۔

(۲) ''پٹرولیم کوئی نئی دریافت نہیں ہے۔ پرانے لوگ اس سے واقف تھے۔ انجیل میں اس کا ذکر موجود ہے قدیم مؤرخ، ہیروڈوڈس (ہیروڈوٹس)، بابل کے قریب ایک تیل کے چشمے کا ذکر کرتا ہے۔ یہی مؤرخ بیان کرتا ہے کہ جزیرہ زانٹے میں بھی ایک تیل کا چشمہ ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ دو ہزار سال گزر گئے لیکن زانٹے میں اب بھی تیل ''موجود ہے''۔

تشریح: مصنف کہتے ہیں کہ پیٹرول کی دریافت قدیم ہے۔ زمین میں پوشیدہ اس خزانے کا ذکر قدیم مؤرخین نے کیا ہے۔ مذہبی کتابوں سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ انسان اس اہم دریافت جدید دور میں آگاہ ہوا ہے۔ مصنف نے جس قدیم مؤرخ کا حوالہ دیا ہے، اس کی بات کو وہ مستند خیال کرتے ہیں۔ کیوں کہ جس مخصوص جگہ اس نے تیل کی بابت اشارہ کیا تھا، آج کئی صدیاں گزرنے کے باوجود وہاں تیل موجود ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قدیم دور کے لوگ اسے واقفیت رکھتے تھے۔

DHAKA COACHING CENTRE

﴿سبق: کچھ ذریعہ تعلیم کے باب میں﴾

حوالہ سبق: یہ اقتباس ''کچھ ذریعہ تعلیم کے باب میں'' سے لیا گیا ہے جس کے مصنف ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ہیں۔

اقتباسات کی تشریح۔

(۱) ''ذریعہ تعلیم کے باب مین ہمارے ملک میں گفتگو ہو رہی ہے۔ دنیا کے شاید ہی کسی ملک میں کسی مسئلے کے تصفیے نے اتنا وقت لیا ہو اور بد قسمتی یہ ہے کہ ہم اب بھی اتنی مدّت کے بعد کسی منفقہ فیصلے پر نہیں پہنچے''۔

تشریح: مصنف کہتے ہیں کہ ہمارے وطنِ عزیز میں اس بات پر بحث ہو رہی ہے کہ ذریعہ تعلیم کی ہونا چاہیے۔ جب کہ یہ قابلِ بحث بات اصولاً ہے ہی نہیں۔ کیوں کہ یہ فطری بات ہے کہ قوم کی جو زبان ہوتی ہے وہی اس کا ذریعہ تعلیم بھی ہوا کرتی ہے۔ اپنی زبان میں دی جانے والی تعلیم زیادہ موئثر اور قوم کی تعمیر و تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی ملک نے 'ذریعہ تعلیم کون سی زبان ہو کو اپنے لیے مسئلہ نہیں سمجھا ۔جب کہ دوسرے طرف ہمارے ملک میں صورتِ حال اس کے یکسر مختلف ہے کئی عشرے گزر جانے کے باوجود ہم ابھی تک یہ طے کر نہیں سکے کہ ہم اپنی قوم کے بچوں کو ان کی قومی زبان مین تعلیم دیں یا انگریزی زبان میں۔

JOIN FOR MORE!!!

(۲) ''جب تک فارسی اس ملک کی سرکاری اور دفتری زبان رہی، یہی ہماری علمی اور ادبی زبان رہی لیکن اس کی حیثیت ایک اجنبی اور غیر ملکی زبان کی نہ تھی۔ فارسی یہاں کے لوگوں کے گھروں میں بولی جاتی تھی۔ بعض لوگوں کی مادری یا پدری زبان تھی اور یہاں کے لوگوں کی بھی یہ ثانوی زبان بن گئی تھی ادر اتنی عام ہو گئی تھی کہ لوگ اس میں شعر کہتے تھے''۔

تشریح: ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کہتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں جب بادشاہت کا سلسلہ تھا، اس وقت فارسی کو اولیت حاصل تھی۔ صدیوں تک فارسی ہندوستان میں ایک طاقت ور مرکزی حکومت کی زبان رہی تھی۔ اس مرکزی حکومت کے تحت تمام علاقوں میں سرکاری زبان بھی فارسی ہی رہی۔ حکمران طبقہ نے فارسی کو رواج دیا۔ اپنے ملک کی سرکاری زبان قرار دیا۔ خط و کتابت، دفتری لکھت پڑھت سب فارسی میں ہونے لگی۔ فطری طور پر اس طبقے کی شعر و ادب کی زبان بھی فارسی ہی رہی۔ یہاں کے رہنے والے اپنے مقامی بولی کے ساتھ فارسی سے بھی بخوبی واقف تھے۔ فارسی کی جڑیں اس خطے میں اتنی گہری ہو گئیں کہ عوام الناس اسے بولتے اور شعر و شاعری کرتے تھے۔ سرکاری اور ادبی مقاصد کے لیے فارسی کے استعمال نے مقامی زبانوں اور بولیوں کو زیادہ پنپنے نہیں دیا۔

DHAKA COACHING CENTRE

(۳) ”پہلے پہل صوفیائے کرام اور علمائے عظام نے اس کی طرف توجہ دی اور اسے برصغیر ہند و پاکستان میں تبلیغ دین کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا اور پھر اپنی تعلیمات، مریدوں کی تربیت اور تصنیف و تالیف میں اختیار کیا۔ رفتہ رفتہ اس نے فارسی کے مقابلے میں آنکھیں کھولیں“۔

تشریح: ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کہتے ہیں کہ اردو کی سرپرستی پہل صوفیائے کرام اور علمائے کرام نے انجام دی۔ صوفیائے کرام نے اپنے مسلک کی تبلیغ کے لیے مقامی زبانوں کا استعمال کیا۔ انھوں نے اپنی تعلیم اور تبلیغ کے لیے اردو میں کتابیں لکھیں۔ اپنے وعظ میں دینی خیالات کا اظہار اردو میں کرتے تھے۔ اس طرح اس طبقے تک ہی محدود رہا۔ مرکزی حکومت کے کمزور ہونے سے مقامی زبانوں کو ترقی کا موقع ملا جو کافی عرصے سے رکا ہوا تھا۔ اردو بھی زبانون میں سے ایک تھی۔ اردو کو فارسی سے بہت قریب رہنے کا موقع ملا تھا۔ پھر وہ وقت بھی نصیب ہوگیا جب اردو ہر طرح کے خیالات کو نظم و نثر میں پیش کرنے پر قادر ہوگئی اور فارسی کے مقابلے میں اپنی حیثیت منوانے لگی۔

JOIN FOR MORE!!

(۴) ”آج بھی ہمارے بہت سے نادان دوست کہتے ہیں کہ اگر اس قوم نے انگریزی کا زبان کا سایہ عاطفت چھوڑا تو یہ قوم یتیم ہو جائے گی، جاہل رہ جائیگی۔ دنیا میں کوئی اس کی بات نہ پوچھے گا۔ بین الاقوامی حلقوں میں اس کا اعتبار ساقط ہو جائے گا۔ انگریزی کو چھوڑ کر یہ قوم ذہنی اعتبار سے مُفلس ہو جائے گی۔ علوم و فنون کا جو ذخیرہ انگریزی میں ہے اور اس میں روز بہ روز جو اضافہ ہو رہا ہے یہ قوم اس سے محروم رہ جائے گی۔

تشریح: ہمارے ملک میں پڑھے لکھوں کا ایک طبقہ انگریزی سے بے حد مرعوب ہے۔ انھوں نے اپنی کج فہمی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ انگریزی کو ترک کر کے قومی زبان میں تعلیم دینے سے قومی ترقی ممکن نہیں ہوگی۔ انگریزی زدہ طبقہ تاثر دینے کی کوشش کرتا ہے کہ اس زبان میں مروجہ علوم اور فنی اصطلاحات کا سرمایہ بہت کم ہے جب کہ انگریزی زبان علوم و فنون کے ذخیرے سے مالا مال ہے۔ چنانچہ جب کبھی اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کی بات ہوتی ہے، ان کی طرف مخالفتوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسلسل راگ الاپا جاتا ہے کہ ایسی زبان جو فنی و سائنسی علوم کا ذخیرہ نہ رکھتی ہو کو ذریعہ تعلیم بنانا غیر مفید ہے۔ بے بنیاد خدشات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ بین الاقوامی طور پر بھی ہماری حیثیت متاثر ہوگی۔

(۵) ”دنیا کی شاید ہی کوئی ایسی زبان ہو جو اس باب میں اردو کا مقابلہ کر سکے۔ اس میں نئے الفاظ کے قبول کرنے کی بڑی صلاحیت ہے اور اپنی ساخت اور مزاج کے باعث غیر زبانوں کے الفاظ اور اصطلاحات بھی اس میں بلا تکلف گھل مل جاتے ہیں۔ اس لیے اگر اس کو جدید علوم و فنون کی تعلیم اور تدریس کے لیے اختیار کیا جائے تو یہ اس فرض کو ادا کر سکتی ہے“۔

تشریح: اردو کی خاصیت ہے کہ وہ دوسری زبانوں کے الفاظ با آسانی اپنے اندر سمو لیتی ہے۔ اس کا مزاج ہی ایسا ہے کہ نئے الفاظ شامل ہو کر ایسے گھل مل جاتے ہیں جیسے اس کے اپنے ہوں۔ یہی حال علمی و فنی اصطلاحات کا ہے۔ جدید علوم کی تدریس کے لیے یہ دکھایا جاتا ہے کہ زبان اصطلاحات اور علمی بیان کی اظہار پر قادر ہے کہ نہیں۔ اردو اس معیار پر پورا اترتی ہے اور اس بات کی اہلیت رکھتی ہے کہ اسے ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

(نثری مدح)

JOIN FOR MORE!!!

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴿سبق: ایک انار صد بیمار﴾

تعارف مصنف۔

انفرادیت: ابن انشاء کی پہنچان مزاح نگاری، سفرنامہ نگاری اور شاعری ہے۔ مزاح نگاری میں ان جیسا کوئی نہیں، سماجی معاملات ہوں یا سیاسی مسائل، انشاء جی اس طرح بیان کرتے کہ پڑھنے والوں کے ہنس ہنس کر پیٹ میں بل پڑ جاتے۔ مزاح نگاری کے میدان مین ابن انشاء کی کتاب اردو کی آخری کتاب' نے زبردست شہرت حاصل کی۔ یہ کتاب آج بھی مقبول ہے۔ اور بار بار پڑھی جاتی ہے۔ ابن انشاء پاکستان کے مختلف اخبارات میں کالم نگاری کرتے رہے، ان کے کالم طنز و مزاح سے بھرپور ہوتے تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

وہ ایک منفرد شاعر تھے ان کے شعروں میں عجب بے ساختگی تھی وہ حسرت، تلاش اور یادوں میں ڈوبے نظر آتے۔ ان کی نظم انشاء جی اُٹھو، اب کوچ کرو' اُستاد امانت علی خان مرحوم کی آواز میں آج تک شائقینِ موسیقی کے کانوں میں رس گھول رہی ہے۔

انشاء کے سفرنامے، ناول، مضمون رانسائیکلو پیڈیا کا امتزاج ہیں، ان میں تاریخ بھی ہوئی اور جغرافیہ بھی اور ساتھ ہی پرلطف طنز و مزاح بھی۔ ان کے سفرنامے چلتے ہو تو چین کو چلیے، 'آوارہ گرد کی ڈائری'، 'دنیا گول ہے' اور 'ابن بطوطہ کے تعاقب میں' آج بھی قارئین میں بے حد پسند کیے جاتے ہیں۔

خلاصہ:

ابن انشاء لکھتے ہیں کہ دیگر ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں ہمارے یہاں طبی وسائل کی کمی پائی جاتی ہے۔ کیوں کہ کُل آبادی کے مقابلے میں ڈاکٹروں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس صورتِ حال پر ''ایک انار سو بیمار'' کا محاوہ صادق آتا ہے۔ صحیح معالجین کی نافی تعداد اور عوام الناس کی کم علمی نے جعلی معالجوں، عاملوں، اتائیوں، نجومیوں، ستارہ شاسوں، تعویذ دینے والوں اور اس نوع کے دوسرے دعوے داروں کی چاندی کردی ہے۔ عوام ہیں کہ اپنی ضعیف الاعتقادی سے ان نوسر بازوں کے چنگل میں پھنستے جاتے ہیں۔ مصنف ایک بزرگ کا ذکر کر رہے ہیں کہ انھوں نے کراچی کے اتائیوں کی مردم شماری کی تو انھیں اس محاورہ کی تصحیح اس طرح کرنی پڑی کہ ''یک اناڑ و صد بیمار''۔ یہ بات مصنف کے دل کو بھی لگتی ہے کیوں کہ کراچی میں اناڑی ڈاکٹر اور تائیتھوک کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اناڑیوں کی بہتات میں اگر ڈاکٹر کم بھی ہیں تو کوئی بات نہیں، قبرستان تو یقیناً آباد ہو رہے ہیں۔ جن کو کبھی نہ کبھی تو آباد ہونا ہی تھا۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

مصنف اپنے ایک پڑوسی کا ذکر کرتے ہیں کہ انھیں شاید گیس کی بیماری تھی ،۔ حکمرت کی کتابیں لیے اپنے مرض کی تشخیص کی تلاش میں رہتے ۔ پہلے تو انھوں نے ڈاکٹروں سے رجوع کیا م پھر ہومیو پیتھ کے پاس گئے، حکیموں کے جوشاندے بھی ان کے مرض کا مداوا نہ کر سکے ۔ آخر میں فٹ پاتھ کے ایک سنیاسی بابا کے خاندانی نسخے پہ عمل کیا اور گلی دنیا کی سیر پر روانہ ہو گئے ۔

مصنف نے بھی اپنی بیاض کی مدد سے حکمت کے شعبے میں طبع آزمائی کی ۔ اپنے قریبی عزیز کے گھٹنے کی پھنسی کا علاج کیا تو وہ پھوڑا بن گئی ۔ اور میاں رفیق الدین مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کا عنوان بن کے رہ گئے ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ انھیں ہسپتال میں داخل کرانا پڑا تا ۔ تب کہیں جا کر اس موذی مرض

JOIN FOR MORE!!!

سے جان چھوٹی مصنگ کی شہرت اتائی یا عطاء الاطِبّاء کے نام سے دور دور تک ہونے لگی ۔ ایک سنیاسی بابا نے اپنے بہت سے نسخے اور ٹوٹکے مصنف کو دے دیئے تھے ۔

اُن سناسی بابا کو جیل اس لیے ہوئی کہ انھوں نے ایک مریض کا حکمی علاج ایسا کیا تھا کہ مریض کی جان کے لالے پڑ گئے ۔ مریض کے لواحقین نے انھیں جیل کی ہوا کھلا دی ۔ اس وجہ سے مصنف کا اتائیوں کو مشورہ ہے کہ علاج صرف ایسے مریضوں کا کریں جن کے رشتے دار پولیس میں نہ ہوں ۔ عقل مندوں کے لیے اشارہ کافی ہے ۔

DHAKA COACHING CENTRE

JOIN FOR MORE!!

﴾سبق: مجبوریاں﴿

سوال: درج ذیل عبارت کی تشریح کیجئے۔

’’جناب من! آپ کے سرٹیفکیٹ کے مطابق اپریل، مئی اور جون کی پینشن ارسال ہے۔ براہ کرام ایک اور سرٹیفکیٹ ارسال فرمائیے کہ آپ اسی سال جنوری، فروری اور مارچ میں بھی زندہ تھے۔ تاکہ آپ کی بقیہ پنشن بھی بھیج دیے جائے۔‘‘

حوالہ: درج بالا سطور ہماری اردو کی کتاب کے سبق ’’مجبوریاں‘‘ سے اخذ کی گئی ہیں جس کے مصنف معروف مزاح نگار شفیق الرحمٰن ہیں۔ شفیق الرحمٰن بات سے بات نکالنے اور انسانی نفسیات میں مزاح کے پہلو تلاش کرنے میں اپنے ثانی نہیں رکھتے۔ آپ کی مشہور زمانہ تصانیف میں شگوفے، کرنیں، حماقتیں اور مزید حماقتیں قابل ذکر ہیں۔

تشریح: ان سطور میں مصنف سرکاری اور دفتری نظام پر طنز کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ ایک شخص کو جب چھ ماہ سے پینشن نہیں ملی تو اس نے حکام بالا کو خط لکھا جس کے جواب میں اسے آگاہ کیا گیا ریکارڈ کے مطابق وہ وفات پا چکے ہیں اور زندہ ہونے کی صورت میں اپنا تصدیقی سرٹیفکیٹ بھیجیں۔ وہ شخص ضلعی کمشنر کے پاس آکر واقعہ بیان کرتا ہے تو کمشنر بھی حکام کی اس حماقت پر خوب ہنستا ہے اور سرٹیفکیٹ میں لکھ کر بھیجتا ہے کہ میں صاحب کو گزشتہ تین مہینے سے یعنی اپریل، مئی، جون سے دیکھ رہا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں کہ یہ زندہ ہیں۔ کمشنر کے اس کط کے جواب میں پینشنر کو ان تین ماہ کی پینشن تو مل جاتی ہے جن کا ذکر کمشنر نے اپنے تصدیق نامے میں کیا تھا لیکن ساتھ ہی ادارے کی طرف سے جواب آتا ہے کہ آپ اس سے پہلے کے تین مہینوں کا بھی زندہ ہونے کا سرٹیفکیٹ بنوا کر بھیجیں۔ تاکہ آپ کی جنوری، فروری اور مارچ کی پینشن بھی ادا کر دی جائے۔ شفیق الرحمٰن صاحب نے اس واقع کے ذریعے ہمارے دفتری نظام اور سرکاری ملازموں کی مکھی پر مکھی بٹھانے کی عادت پر لطیف طنز کیا ہے۔

خلاصہ:

ہم جس ماحول میں وقت کا بیشتر حصہ صرف کرتے ہیں وہ ماحول ہمارے مزاج، خیالات، عادتوں اور ذہنی رویوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جانے انجانے میں مختلف مواقع پر اس کا جا و بے جا اظہار ہو جاتا ہے۔ انسانی رویے کی یہ ناہمواری یا عادت کی مجبوری بعض اوقات ہنسی کا سامان پیدا کر دیتی ہے۔ شفیق الرحمٰن اس عادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک موٹر ورکشاپ کے مالک کی عادت تھی کہ حالت نیند میں بھی اس کی زبان سے بریک اور اسٹارٹ کے الفاظ کا ظہور ہو جاتا تھا۔ اونٹ پر بیٹھتے تو اچانک لبوں سے ٹپک پڑتا کہ اونٹ کو دوسرا گیئر لگاؤ۔ اسی طرح کچھ بچوں کا احوال ذکر کیا جن کی ریاضی سے کدورت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ اتالیقی (ٹیوٹر) کے ایک امیدوار بچوں کے شوق کی

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

خاطر چھ خرگوش لائے۔ کھیل کھیل میں وہ کچھ خرگوش چھپاتے، کچھ ظاہر کرتے تو ریاضی پڑھنے کے چور بچوں کو ڈر لگ گیا کہ اس بہانے کہیں یہ ہمیں پڑھا ہی نہ دے۔ ایک فلاسفر صاحب کے ذکر سے بھی ان کے بعض عادتوں کا پتہ چلتا ہے کہ کسی کو خط لکھتے ہوئے ساری دماغی اُلجھنیں وہ کاغذ پر انڈیل دیتے تھے۔ ان کی غائب دماغی کا یہ حال تھا کہ کوئی آواز گر سن لیں کہ میاں صاحب کے گھر کو آگ لگ گئی تو بغیر سوچے سمجھے ہڑ بونگ سی مچا دیتے تھے۔ سرکاری محکموں کے عملے کے جامد ذہن کو بھی پُر مزاح اسلوبمیں بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ لہو کے بیل کی طرح ان کے تیور ہیں۔ عقل اور سمجھ کا یہ علم ہے کہ پچھلے مہینوں سکی پنشن یہ کہہ کے روک لیتے ہیں کہ چوں کہ آپ نے زندگی کا سرٹیفکیٹ جمع نہیں کرایا، اس لیے پتا نہیں آپ زندہ بھی تھے یا نہیں! مصنف کا یہ بھی کہنا ہے کہ کسی کالج یا اسکول کے اسٹاف روم میں چند منٹ بیٹھ کر بغیر کسی تعارف کے ٹیچر کے مضمون کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ انھوں نے ایک تقریب کا احوال لکھا جہاں مختلف مضامین کے پروفیسر شریک تھے۔ ریاضی کے پروفیسر کی گفتگو میں اعداد و شمار کا ذکر اور جغرافیہ اور تاریخ کے پروفیسروں کی بات چیت میں آب و ہوا اور تاریخ کا اثر تھا۔ فلاسفر غیر ضروری مسئلے میں اپنی ذہنی توانائی صرف کرتے نظر آئے۔

JOIN FOR MORE!!

سوال: **درج ذیل عبارت کی تشریح بہ حوالہ متن کیجیے۔**

"بزرگ نے رات کو ایک ہی خوراک استعمال کی تھی کہ دوسرے دن کی ہمیں دفتر سے چھٹی لینی پڑی"۔

حوالہ متن: مندرجہ بالا سطور ہماری اردو کی کتاب کے سبق "ایک انار صو بیمار" سے لی گئی ہیں۔ جس کے مصنف ابن انشاء ہیں۔ آپ ایک مشہور شاعر، مزاح نگار اور سفرنامہ نگار تھے۔ اپ کی مشہوری تصانیف میں چلتے ہو تو چین کو چلیے، آوارہ گردگی ڈائری، دنیا گول ہے اور ابن بطوطہ کے تعاقب میں قابل ذکر ہیں۔

تشریح: ان سطور میں مصنف اتائی ڈاکٹروں کا نشانہ بننے والے اپنے پڑوسی کا ذکر کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ وہ اپنی بیماری کی تشخیص اور علاج کے لیے مختلف ڈاکٹروں اور حکیموں کے چکر کاٹتے رہے۔ مختلف کتابوں سے مطالعہ کر کے خود اپنی بیماری کی تشخیص کرتے رہے۔ بالآخر فٹ پاتھ پر بیٹھے ایک سنیاسی بابا نے ایسی گولیاں اور محلول دیا کہ اگلے دن مصنف کو دفتری کی چھٹی کر کے ان کے جنازے میں شریک ہونا پڑا۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴿خواہ مخواہ کی لڑائی﴾ (شوکت تھانوی پیدائش ۱۹۰۴ء - وفات ۱۹۶۳ء)

تعارف مصنف:

محمد عمر نام اور شوکت تخلص تھا۔ ضلع مظفر گڑھ کی تحصیل تھانہ بھون کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ تھانہ بھون کی نسبت سے اپنے تخلص شوکت کے ساتھ تھانوی لکھنے لگے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ ثانوی یا اعلیٰ تعلیم کسی اسکول سے حاصل نہیں کی بلکہ حصول علم کے ذوق وشوق نے مطالعہ کی طرف راغب کیا۔ مطالعہ کی کثرت اور خداداد صلاحیت نے علم میں اضافہ کیا۔ شعر وادب سے دلچسپی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ لکھنے کا شوق صحافت کی طرف لے گیا۔ مختلف اخبارات ورسائل سے وابستہ رہے۔ ان میں ہمدم، ہمت اور سرپنچ قابل ذکر ہیں۔ ان کی طبیعت میں مزاح کا خاص جوہر تھا۔ جسے انھوں نے مضمون نگاری اور کالم نگاری کے ساتھ ساتھ ریڈیو کے لیے بھی۔

JOIN FOR MORE!!

خلاصہ:

شوکت تھانوی لکھتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان لڑی جانے والی لڑائیاں بالعموم بے بنیاد، بلاوجہ اور بلاسبب ہوتی ہیں۔ بلاوجہ کی لڑائیوں کو مصنف نے ''خواہ مخواہ کی لڑائی'' کا نام دیا ہے۔ اچانک برپا ہونے والی ایسی لڑائیاں مزے دار ہوتی ہیں۔ اتفاقی طور پر کسی شخص سے کوئی جملہ سرزد ہو جائے اور اس کا ردِعمل دوسری طرف سے بھی ظاہر ہو، تو خدا کا فضل وکرم دیکھنے والوں پر ''تھوتھو'' کرتے ہیں، لیکن حقیقتاً ان کے لیے لڑائی کی یہ صورت ایک نعمت سے کم نہیں۔ یہ لاٹری خوش نصیب لوگوں کے نام کھلتی ہے۔ بعض مرتبہ لڑائی کے دوران ایسا دلچسپ منظر نامہ بھی تشکیل پاجاتا ہے کہ تماشائی حضرات تماشے پر تبصرہ کرتے ہوئے خواہ مخواہ ایک دوسرے پر اپنے دلوں کی بھڑاس نکالنے لگتے ہیں۔ فقرے بازی، طعنہ زنی، ظاہری وضع قطع کے استہزا کے بعد آگے بڑھ کر بیچ بچاؤ کرانے تک نوبت آجاتی ہے۔ کیسے ظالم لوگ ہوتے ہیں بیچ بچاؤ کرانے والے بھی سارہ مزہ غارت کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اس طرح بے ارادہ شروع ہوئی یہ لڑائی بے نتیجہ ہی انجام پذیر ہوجاتی ہے۔ تماشائیوں کی شوخ روحیں اس نوع کی لڑائیوں پر یوں بھی وجد کرتی ہیں کہ لڑنے والے پورے خلوص اور ایمانداری سے لڑے۔ اس ایمانداری پر پورے نمبر کے وہ حقدار ٹھہرتے ہیں۔ البتہ لڑائی کی ایک دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ لڑنے والوں میں کسی ایک شخص نے پہلے ہی لڑنے کی ٹھانی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے لیے اس کی ذہنی طور پر تیاری بھی آفت سے کم نہیں ہوتی۔ لیکن اس لڑائی کو بلکل بھی مثالی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بقول شوکت تھانوی ان دونوں میں ''آمد اور آورد کا فرق'' ہوتا ہے۔ چوں کہ اس دوسری لڑائی میں ایک طرح کا تکلف کارفرما ہے، اس لیے اس کا انجام بھی وہی ہوتا ہے جس کا ڈر رہتا ہے۔ کسی ایک فریق کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے تو یہ لڑائی ایک افسوس اور ندامت پر منتج ہوکر ''ھل من مزید'' کے شائقین کو ''سوگوار'' کر جاتی ہے۔ شوکت تھانوی نے اس دوسری نوعیت کی لڑائی کو الجھانے سے تعبیر کر کے اس کو کسی کے غصے کا نتیجہ بتایا ہے۔ یعنی دل میں غصہ کسی اور پر تھا، اور سارا نزلہ کسی کمزور پہ گرادیا۔ یوں افسر کی ڈانٹ سے پکنے والا لاوا گھر میں بیوی پر آتش فشاں کی صورت پھوٹ بہتا ہے اور بات کہیں سے کہیں جا پہنچتی ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

JOIN FOR MORE!!!

(مکتوبات)

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

(بہ نام میر مہدی مجروح "مرزا اسد اللہ خان غالب")

غالب کی خطوط نگاری:

کہاں تک مرزا اسد اللہ خان غالب کی نثر نگاری کا تعلق ہے تو ان کے خطوط ان کی نثری سرمایہ ہیں۔ یہ اُردوئے معلیٰ اور خطوط غالب کے عنوان سے جلدوں میں موجود ہیں اس سلسلہ میں یہ حقیقت اپنی جگہ کمال کا درجہ رکھتی ہے کہ اُردو نثر میں ان کی کوئی باقاعدہ تصنیف ہونے کے باوجود صرف ان کے خطوط ہی نے اُردو نثر کے ارتقاء میں ایک ناقابل فراموش کردار ادا کیا ہے۔ غالب کے زمانہ میں اُردو نثر لکھنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ تمام تحریری کام حتیٰ کہ خطوط نگاری بھی فارسی میں ہوتی تھی جب غالب نے اردو میں خط لکھنا شروع کیئے تو اپنی جدت پسند اور باغیانہ طبیعت کی بدولت انہوں نے خطوط نگاری میں زمین وآسمان بدل دیئے یہاں تک کہ قدیم طرز کی مکتوب نگاری تھوڑی ہی مدت میں ختم ہوگئی اور آگے چل کر جو سادہ اور سلیس انداز اُردو نثر کا ٹھہرا اس کی بنیاد "خطوط غالب" نے ہی رکھی اس تعلق سے انہیں اُردو نثر کا نقیب" کہا جاتا ہے۔ وہ اُردو کے پہلے مکتوب نگار ہیں جن کی حیثیت انشاء پردازکی سی ہے۔ ان کے خطوط اُردو میں ایک نئی صنف کو راہ دیتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ خطوط جو نجی تحریر کا درجہ رکھتے ہیں۔ غالب کی جدت پسند طبیعت کے طفیل اجتماعی تحریر بن گئے اور غالب اس صنف کے موجد ٹھہرے۔ غالب کی طرز تحریر کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

۱۔ پرتکلف القاب کا خاتمہ:

غالب سے پہلے خطوط کی ابتداء طویل پرتصنع اور پرلطف آداب سے ہوتی تھی یہ القاب اس قدر بوجھل ہوتے تھے کہ خط کی ابتداء ہی سے پڑھنے والے کا دماغ بوجھل ہوجاتا تھا۔ غالب نے اس طریقہ کو ختم کیا اور کسی عام فہم لفظ سے تخاطب شروع کیا اسی طرح خط کے خاتمہ پر عاجزی وانکساری کے مروج طریقہ کو ختم کرے ہوئے صرف اپنا نام لکھنے پر اکتفا کیا۔

۲۔ اختصار اور سادگی:

غالب سے پہلے مضمون کی جزئیات میں اُلجھا دیا جاتا تھا۔ غالب نے سادگی سے حرف مدعا بیان کرے کو فوقیت دی اور ساتھ ہی وہ بیان کی طوالت بھی پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اختصار اور سادگی سے کام لیتے تھے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

۳۔ ڈرامائی انداز:

ڈرامائی انداز غالبؔ کی خطوط نگاری کی بہت اہم خصوصیات ہے اور جسے غالبؔ کی نثر نگاری کی سب سے اہم خوبی بھی کہا گیا ہے انہوں نے مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ایسا لگتا ہے جیسے دو اشخاص آمنے سامنے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہوں ان کے اس انداز نے خطوط کو بڑی دلکشی اور جاذبیت بخشی ہے غرض یہ ہے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈرامائی انداز غالبؔ کی مکتوب نگاری کی اہم خصوصیات ہے جو انہوں نے بڑی خوبی سے خطوط میں سموئی ہے۔

۴۔ تاریخی و معاشرتی عکاسی:

JOIN FOR MORE!!!

غالبؔ کے خطوط میں ان کے عہد کے تاریخی اور معاشرتی حالات کی طرف بھی واضح اشارے ملتے ہیں اسی طرح ان کے خطوط کے دور کو تاریخی اور معاشرتی واقعات کو سمجھنے میں بھی مدد دیتے ہیں۔

حوالہ سبق: یہ اقتباس شاملِ نصاب سبق ''خطِ غالب بہ نام میر مہدی مجروح'' سے لیا گیا ہے۔

اقتباسات کی تشریح۔

''ہاں صاحب! تم کیا چاہتے ہو؟ مُجتہد العَصر کے مُسوّدے کو اصلاح دے کر بھیج دیا۔ اب اور کیا لکھوں؟ تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں۔ میں فقیر نہیں جو دعا لکھوں۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ لفافے کو گُریدا کرو۔ مُسوّدے کو بار بار دیکھا کرو، پاؤ گے کیا؟ یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں کہ یہاں خیریت ہے، وہاں کی عافیت مطلوب ہے''۔

تشریح:

اس اقتباس میں غالب میر مہدی مجروح سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں کہ میں نہ مجتہد العصر مولانا سرفراز حسین کے مسودے کی اصلاح کر کے انھیں بھیج دیا ہے اور اب میں انھیں کیا لکھوں؟ وہ میری مہدی مجروح سے کہتے ہیں کہ تم میرے ہم عمر نہیں ہو بلکہ مجھ سے چھوٹے ہو تو میں تمھیں کیوں سلام لکھوں۔ کیوں کہ قاعدہ یہ ہے کہ چھوٹے بڑوں کو سلام کیا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں کوئی درویش یا فقیر نہیں ہوں کہ دعائیں دیتا پھروں۔ تمھارا دماغ صحیح ہے؟ ذرا لفافے کو صحیح سے دیکھو، مسودے کو بھی اچھی طرح سے بار بار دیکھ لیا کرو کہ اُس میں کیا ہے؟ اب وہ دور گیا جب آداب والقابات کے ذریعے گفتگو کا آغاز ہوتا تھا کہ یہاں سب خیریت ہے اور وہاں بھی فافیت ہوگی، مجھے یہ نہیں پسند۔

DHAKA COACHING CENTRE

(۲) ”اگلوں کے خطوط کی تحریر کی یہی طرز تھی؟ ہائے کیا اچھا شیوہ ہے۔ جب تک یوں نہ لکھو۔ گویا وہ خط ہی نہیں ہے۔ چاہ بے آپ ہے ابر بے باراں ہے۔ نخلِ بے میوہ ہے۔ خانہ بے چراغ ہے چراغ بے نور ہے“۔۔

تشریح:

پرانے لوگوں کا طریقہ تھا وہ خط بہت پُر تکلف انداز سے لکھا کرتے تھے۔ فارسی روایت کے زیر اثر خط میں لفظی آرائش کا کاص اہتمام ہوتا تھا۔ اس دماغ سوزی کے نتیجے میں خط لکھنے کا اصل مقصد فوت ہو جاتا اور مطلب کی بات الفاظ کے بھاری بھر کم پہاڑ تلے دب کے رہ جاتی۔ تحریر بے معنی ہو کر رہ جاتی اور جو اصل بات اُس میں کہی جاتی اُس کا اثر ضائع ہو جاتا تھا۔ آمنے سامنے گفتگو کرتے ہوئے جس طرح کا فطری انداز ہوتا تھا، خطوط نگاری میں اس کے بالکل برعکس تھا۔ مکتوب نگار ادائے مطلب پر توجہ دینے کے بجائے انشاء پردازی کرنے لگتے تھے۔ خط نویسی کی اس قدیم روش کی بھد اُڑاتے ہوئے غالب کہتے ہین کہ کام کی بات جسے کم لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہو اس کو الفاظ و تراکیب کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرنا بے کار بات ہے۔ زیرِ نظر خط میں غالب چند ترکیبوں چاہِ بے آب، ابرِ بے باراں نخلِ بے میوہ، خانہ بے چراغ، چراغ بے نور ہو غیرہ کو بطور استہزا و طنز درج کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اپنی دلی تسکین کے لیے اس بناوٹی انداز کو خط کا لازمی حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔ مرزا غالب خط کو بات چیت کی ایک صورت سمجھتے تھے۔ ان کے خیال میں ایک خط مکتوب نگار کے جذبات کا ترجمان ہوتا ہے۔ اس کی زبان و بیان صاف اور بلا تکلف ہونی چاہیے۔ اس لیے انھوں نے خط نویسی میں سادگی اور بے تکلفی کو اختیار کیا اور پُر تکلف القاب و آداب، غیر ضروری تمہید ترک کر دی۔ زیرِ نظر اقتباس میں غالب واوطلب انداز میں اپنی اس اختراع کی طرف مکتوب الیہ کو توجہ دلا رہے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!

(۳) ”شہر چپ چاپ، نہ کہیں پھاوڑا بجتا ہے، نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے، نہ آہنی سڑک آتی ہے، نہ کہیں دمدمہ بنتا ہے۔ دلّی شہر خموشاں ہے“۔

تشریح: اس اقتباس میں جنگِ آزادی کے بعد کی دلّی کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے غالب کہتے ہیں کہ شہر میں ہر جگہ بالکل خاموشی پڑی ہوئی ہے۔ نہ کوئی ہل چل ہے نہ کوئی آہٹ۔ کسی جگہ نہ کھدائی ہو رہی ہے اور نہ ہی کسی گھر کو مسمار کیا جا رہا ہے۔ نہ کوئی پختہ سڑک موجود ہے۔ نہ کہیں کوئی عارضی قلعہ بنایا جا رہا ہے۔ ہر جگہ خوف کا عالم ہے لوگ انگریز فوج سے ڈر کر اپنے گھروں میں محصور ہیں اور غالب بھی اسی طرح اپنے گھر میں محصور ہیں۔ اس وقت دلی شہر بالکل ویران ہے اور یہ ویرانی قبرستان کی ویرانی جیسی ہے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

(سبق: خطِ اقبال ''خان محمد نیاز الدین کے نام'')

حوالہ سبق: یہ اقتباس شاملِ نصاب سبق ''خطِ اقبال خان محمد نیاز الدین خاں کے نام'' سے لیا گیا ہے۔

اقتباسات کی تشریح۔

(۱) ''واقعی آم دردِ گردہ کے مریض کے لیے اچھا ہے اور مجھ کو بھی اس سے بہت محبت ہے۔ کھانے کی چیزوں میں صرف یہی ایک چیز ہے جس کے لیے میرے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ باقی چیزوں کے لیے خواہش نہیں ہوتی، یہاں تک کہ روزمرہ کا کھانا بھی عادت کے طور پر کھاتا ہوں۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے''۔

JOIN FOR MORE!!

تشریح: اس اقتباس میں علامہ اقبال آم کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ گردے کا کیسا ہی مریض کیوں نہ ہو، اگر وہ آم کھائے تو صحت یاب ہو جائے۔ مجھے بھی آم سے بہت محبت ہے، کسی چیز کی طرف بھی طبیعت مائل نہیں ہوتی مگر آم سامنے ہوں تو دل میں خود بخود آم کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ جب کہ مجھے کسی اور چیز کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ روزمرہ کا کھانا بھی عادتاً کھاتا ہوں خواہش سے نہیں۔ باقی یہاں پر اللہ کا فضل و کرم اور خیریت ہے۔

(۲) ''رموزِ بے خودی'' کو میں اپنے خیال میں ختم کر چکا تھا، مگر پرسوں معلوم ہوا کہ ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ترتیب مضامین کرتے وقت یہ بات ذہن میں آئی کہ ابھی دو تین ضروری مضامین باقی ہے، یعنی قرآن اور بیت الحرام کا مفہوم و مقصود حیات ملّیہ اسلامیہ میں کیا ہے۔ ان مضامین کے لکھ چکنے کے بعد اس حصہ مثنوی کو ختم سمجھنا چاہیے''۔

تشریح: اس اقتباس میں اقبال کہہ رہے ہیں کہ میں نے اپنے خیال میں ''رموزِ بے خودی'' کو ختم کر لیا ہے۔ مگر مجھے پرسوں احساس ہوا کہ یہ کام ابھی باقیہے۔ جب میں مضامین کی ترتیب دے رہا تھا تو اس بات کا خیال ذہن میں آیا کہ دو تین ضروری مضامین کی اب بھی ضرورت ہے۔ یعنی قرآن اور بیت الحرام کا مفہوم، بیت الحرام پاکیزہ جگہ یعنی خانہ کعبہ اسی طرح مسلمانوں کی ملی حیات پر بھی لکھنا باقی ہے، یہ تمام چیزیں جب میں لکھ لوں گا تو میں اس مثنوی کو ختم سمجھوں گا۔ مگر ابھی اس میں بھی بہت کام باقی ہے۔ ان موضوعات سے پتا چلتا ہے کہ علامہ اقبال کو دین اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی بابت غور و خوض میں کس قدر گہری دلچسپی تھی۔

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

(۳) ”یورپ جس قومیت پر ناز کرتا ہے وہ محفل بودے اور سُست تاروں کا بنا ہوا ایک ضعیف چھتڑا ہے“۔

تشریح: اقبال اس اقتباس میں فرمارہے ہیں کہ جو یورپ اپنی ترقی پر ناز کرتا ہے اور سرشار رہتا ہے۔ دراصل وہ ترقی نہیں ہے بلکہ ایک ناپائیدار نظام ہے جو بھُس بھُسا اور کمزور ہے۔ یورپی قوم کی جسے اپنی برتری کا احساس ہمیشہ رہتا ہے۔ اقبال نے اُسے ایک ضعیف چھتڑا کہہ کر پکارا ہے۔ ایک کمزور پھٹے ہوئے کپڑے کی مانند اس کا تانا بانا کمزور ہے۔ عنقریب یہ سارا نظام زمین بوس ہو جائے گا۔

JOIN
FOR
MORE!!!

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

JOIN
FOR
MORE!!!

(نثر نگاروں کی نثری خصوصیات)

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴿سر سید احمد خان﴾

خصوصیات نثر نگاری

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر آنسو بہاتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

تعارف:

اقبال کا یہ شعر یقیناً سر سید جیسے دیدہ ور کے لیے ہی تخلیق ہوا ہے۔ کہ جب برصغیر کے چمن میں مسلمانوں پر حیات تنگ کر دی گئی۔ اپنا اقتدار اپنی تہذیب اور اقتدار کی پامالی نے انھیں مایوں اور دل برداشتہ کر دیا تھا۔ ان اندھیروں میں علم و عمل کے چراغ جلانے والے اپنی سخن طرازی کے گلاب مہکانے والے سر سید احمد خان نے ایک مصلحِ قوم اور دردمند رہنما کا کردار ادا کیا اپنی تعلیمی، ادبی اخلاقی اور اصلاحی و معاشرتی تحریکوں کے ذریعے قوم کی بیدار کیا۔ انھوں نے اردو زبان و ادب کو زمین سے اُٹھا کر آسمانوں کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

JOIN FOR MORE!!!

بابائے اردو مولوی عبدالحق نے انکے بارے میں بہت خوب فرمایا ہے:

"یہ سر سید کا کارنامہ تھا جسکی بدولت ایک صدی کے قلیل عرصے میں اردو ادب کہاں سے کہاں پہنچ گیا"۔

امراء کی محفلوں میں سے نکال کر عوام میں پیش کیا، دفتروں تعلیمی اداروں تک پہنچایا۔ انھوں نے پیچیدہ مسائل کو بھی سادگی سلاست اور صفائی سے بیان کیا۔ تہذیب الاخلاق میں اپنے اس انداز کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

"جہاں تک ہم سے ہوسکا ہم نے اردو زبان کی ترقی میں ان ناچیز پرچوں کے ذریعے مضمون کے ادا کا ایک سیدھا اور صاف طریقہ اختیار کیا"۔

مقصدیت:

سر سید ایک مصلح قوم تھے انکی تحریر کا مقصد اپنی قوم کو میدان عمل کی طرف لانا تھا۔ حسن و عشق اور گُل و بلبل کی کہانیوں سے نکال کر ترقی کی راہ پر گامزن کرنا تھا۔ اسی لیے انھوں نے طرزِ بیاں سے زیادہ مقصدیت کو اولیت دی۔ جس سے قوم میں شعور پیدا ہوا۔

مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں

"ہمارا زمانہ تو آخر ہے اب خدا سے یہ دعا ہے کہ کوئی نوجوانوں اُٹھے اور اپنی قوم کی بھلائی میں کوشش کرے"۔ (آمین)

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

استدلال:

سرسید کی تحریک قوم وملک کی بہتری اور ترقی کے لئے تھی اس لے وہ تحریر میں اپنے مقصد کے حق میں مضبوط دلائل دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے علمی ادبی، اخلاقی، مذہبی اور معاشرتی تحریروں میں جذباتی انداز کے بجائے استدلال اور منطق سے کام لیا ہے۔ اور تاریخی حوالوں اور شہادتوں کو خوب استعمال کیا ہے۔

بقول شبلی نعمانی: " وہ اپنی بات کو دلیل سے مضبوط کرتے ہیں"۔

اصطراب و بے چینی:

سرسید ایک پرجوش اور انقلابی شخصیت تھے۔ اور اپنے مقصد کو بیان کرنے میں یہی جوش اور تڑپ ایک اصطرابی کیفیت پیدا کر دیتی تھی۔ تحریر کی یہی بے چینی جملوں کی خوبصورتی اور فقروں میں اہم آہنگی اور دلچسپی پیدا نہیں ہونے دیتی۔ وہ ایک بے چین روح اور مضطرب انسان تھے۔

JOIN FOR MORE!!

بقول مولانا حالی:

سرسید کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جسکے گھر میں آگ ہوا اور وہ لوگوں کو مدد کے لیے پکارے اس پکار میں جملوں کی خوبصورتی اور ترتیب سے زیادہ گھر کے بچانے کی فکر ہے۔

سنجیدگی اور فلسفہ:

انکی تحریروں کو رنگ زیادہ تر سنجیدہ اور فلسفیانہ ہے۔ وہ ہر معاملہ پر نہایت خلوص اور دردمندی سے غور کرتے ہیں کسی بحث طلب موضوع میں تمام اسباب وجوہات پر گہرا مطالعہ کرتے ہیں۔ مگر کمال یہ ہے کہ انکی سادگی زبان اور عام فہم انداز اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔

تمثیلی انداز بیان:

تمثیل مثال یہ تشبیہ کو کہتے ہیں سرسید کی زیادہ تر مضامین وہ تمثیلی انداز اختیار کرتے ہیں تشبیہ اور استعارے کی مدد سے اپنے موضوع دلچسپ اور اثر انگریز بناتے ہیں۔

"گذرا ہوا زمانہ، اور امید کی خوشی میں یہ رنگ خوب نمایاں ہے"

DHAKA COACHING CENTRE

پُر اثر مضامین / جدید مضامین:

سرسید کی تحریر قاری کے دل و دماغ پر تیزی سے اثرات مرتب کرتی اور اسکی وہی کیفیت ہوتی ہے جو سرسید کی تحریر کے وقت ہوتی تھی۔ گویا ان کے مضامین شمشیر تیز دھار کی مانند ہیں۔

بقول مولانا الطاف حسین حالی:

"جس طرح تلوار کی کاٹ درحقیقت اسکی تیز دھار میں نہیں بلکہ سپاہی کے کرخت ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اسی طرح کلامی کی تاثیر اسکے نڈر ول اور بے لاگ زبان میں ہے"۔

JOIN FOR MORE!!!

ظرافت:

سرسید کی تحریر جہاں سنجیدگی کی عکاسی کرتی ہیں وہیں موقع محل کے لحاظ سے وہ ظرافت سے بھی کام لیتے ہیں۔ وہ اگرچہ مزح نگار نہیں تھے لیکن انھوں نے پرلطف ظرافت کی کوشش کی۔ اسکی بہتری مثال انکا مضمون طریق تناول طعام میں ملتی ہے۔ جس میں انھوں نے مزاحیہ انداز میں بتایا ہے کہ ہم کس بُری طرح کھاتے ہیں۔

متنوع مضامین:

سرسید کی تحریروں میں جو خاص بات نمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انکے مضامین میں حیرت انگریز تنوع پایا جاتا ہے۔ وہ مضمون کے ہر پہلو اور ہر نکتے پر توجہ دیتے ہیں۔ انکی علمی اور حقیقی مقالوں میں یہ انداز بہت عمدہ ہے وہ مضمون کو اس انداز سے قلم بند کرتے ہیں کہ کسی گوشے کو فراموش نہیں کرتے۔

انگریزی الفاظ کا استعمال:

سرسید اپنے مدعا کے بیان ہیں جملوں کی ساخت اور گرائمر پر توجہ نہیں دیتے اسی لیے انکی تحریروں میں انگریزی الفاظ بھی کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ انھوں نے شعوری طور پر بھی قوم کو انگریزی زبان سے مانوس کرنے کی غرض سے ان الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

مثلاً: نیشن، گورنمنٹ، سروز، آرٹیکل وغیرہ جیسے الفاظ بکثرت نظر آتے ہیں۔

DHAKA COACHING CENTRE

عظمت سرسید:

تقریباً ہر بڑے نقاد وادیب نے سرسید کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

شبلی نعمانی کہتے ہیں:

سرسید نے اردو انشا پردازی کو اس رتبے پر پہنچادیا ہے جس سے آگے اب ایک قدم بھی بڑھنا بھی ممکن نہیں ہیں۔

پروفیسر مہدی افادی کہتے ہیں:

سرسید کے کمالاتِ ادبی کا عدم اعتراف صرف ناشکری ہی نہیں بلکہ تاریخی غلطی ہے۔

JOIN FOR MORE!!

حاصل تحریر:

سرسید احمد خان ہمارے ادب کی ایک تاریخ ساز شخصیت ہیں جنھوں نے زبان اردو کو سادگی، سلاست اور خلوص و مقصد کی مہک دی اور اسے اس قابل بنایا کہ آج ہم بجا طور پر اسیا یک زندہ زبان کہہ سکتے ہیں۔ اور اُسے اپنی قومی زبان کی حیثیت سے پہنچاتے ہیں۔ اور یہ اعزاز ہمارے لیے قابل فخر ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

﴾خواجہ حسن نظامی﴿

تعارف:

دلی کی خاک نے ایسے ایسے کوہر نایاب پیدا کئے کہ تا قیامت انکی چمک عالم کو منور کرتی رہے گی سید عاشق علی کے گھر بھی ایک گل نایاب پیدا ہوا جسنے نہ صرف اُردو ادب کے چمن کو معطر کیا بلکہ ولائیت کے ریگزاروں میں بھی معرفت کے پھول کھلائے۔ اپنے ایک ہاتھ میں دنیا اور دوسرے ہاتھ مین دین رکھنے والا یہ صوفی ادیب خواجہ حسن نظامی کے نام سے ادب میں شہرِ دوام حاصل کر چکا ہے۔ باوجود تنگدستی وغربت کے خواجہ صاحب نے محنت ومشقت کا شعار اپناتے ہوئے اپنی دنیا خود بنائی اعدوادب میں روشن آفتاب کی مانند چمکتے رہے۔

JOIN FOR MORE!!!

طرزِ تحریر کی خصوصیات۔

سادگی:

خواجہ حسن نظامی نے تحریر کا ایک سیدھا سادہ انداز اختیار کیا سادگی میں بلند خیالی اور خاص آہنگ تھا۔ جس میں پرکاری بھی ہے اور البیلا پن بھی جس نے عوام اور خواص دونوں کو متاثر کیا۔

علامہ اقبال انکی تحریر کے بارے میں کہتے ہے:

’’میں اگر خواجہ صاحب کی طرح نثر پر قدرت رکھتا تو شاعری کو اظہار خیال کا ذریعہ نہ بناتا‘‘۔

شگفتہ نگاری:

انہوں نے اپنی شگفتہ بیانی سے ظرافت کے پھول کھلائے معمولی معمولی باتوں کو اپنی شوخی تحریر اور الفاظ کی جادوگری سے ایسا پُر لطف بنا دیتے ہیں کہ قاری کا دل متاثر ہوئے بغیر نہٰں رہتا اور چٹخارے لے لے کر ان کی تحریوں کو پڑھتا ہے۔

’’میڈیکل اسٹور کی طرف جانا تو میرے پیارے ڈاکٹر کا کان مروڑ دینا اور پریمی پیارا ملے تو اسے منہ چڑا دینا‘‘۔

منفرد اور چھوتے موضوعات:

انکے موضوعات اچھوتے اور نرالے ہوتے تھے وہ معمولی معمولی موضوعات کو موثر پیرائے میں بیان کرنے کی۔ قدرت رکھتے ہیں ان کی زندگی میں ندرت اور جدت طرازی ہے۔ وہ ان کی تحریر میں بھی ہے۔ مثلاً: جھینگر کا جنازہ مچھر کا اعلان جنگ، پیاری دکار، مٹی کا تیل، گلاب تمہارا کیکر ہمارا، فرام قبلہ ٹو شملہ، وغیرہ ایک جگہ اور لکھتے ہیں کہ

DHAKA COACHING CENTRE

''آخر یا میاں گلاب کس مرض کی دوا نہیں۔ پیٹ میں درد ہو تو گل قند کھلاؤ
ہیضہ ہو جائے تو گلاب پلاؤ اور اگر مر جاؤ تو قبر پر چڑھاؤ''۔

دل کی ٹکسالی زبان اور محاورات:

خواجہ صاحب دبستان دہلی کے نمائندے تھے دلی کی ٹکسالی زبان کے استعمال نے انکی کو تحریر پُر لطیف اور موثر بنا دیا ہے۔ محاورات کا برمحل استعمال تحریر کو ایک خاص آہنگ عطا کرتا ہے اور قاری کے دل پر اثر انداز ہوتا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

منظر نگاری:

منظر نگاری خواجہ صاحب کی تحریر کی ایک اہم خوبی ہے وہ ماحول کی تصویر انتہائی واضح اور موثر انداز میں کھینچتے ہیں کہ قاری خود کو اس ماحول میں پاتا ہے۔ وہ ایک ماہر فن افسانہ نگار کی طرح مناظر کی ہو بہو تصویر نگاہوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

''وہ بڑا کھٹن وقت تھا جنگل بیاباں، دھوپ کی شدت، ایک میں ایک میری ناتواں آنکھوں سے محتاج ماں۔ چاروں طرف سناٹا اور دشمنوں کا ڈر، راستے کی بے خبری اور زخموں کی دکھن سونے پر سہاگا۔

مشاہدہ کی گہرائی:

خواجہ صاحب کے مشاہدہ بہت تیز ہے وہ اردگرد کے ماحول پر گہری نظر رکھتے ہیں ہر چیز کو باریک بنی سے دیکھتے ہی عام سے عام چیز کو بھی نظر انداز نہیں کرتے اسکا بھی بغور جائزہ لے کر نتیجا خذ کرتے ہیں۔

انداز عارفانہ:

خواجہ صاحب نہ صرف ایک ادیب تھے بلکہ وہ ایک صاحب صوفی بھی تھے۔ تین لاکھ مریدوں کا پیر کامل اور حضرت نظام الدین اولیاء کے پیر دکار تھے۔ وہ حکایت خونچکاں ہی نہیں سناتے بلکہ معرفت الٰہی کے گلاب بھی مہکاتے ہیں۔

حقیقت پسندی و بے باکی:

خواجہ صاحب نے اپنی انکھوں سے نہ صرف دلی بلکہ مغلیہ حکومت کے زوال و انتشار کو دیکھا تھا اور ایسے ایسے دلخراش مناظر کی دید کی تھی کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور دل میں ایک طوفان برپا ہو جاتا تھا چنانچہ انھوں نے ان تلخ حقیقتوں اور سچائیوں کو نہایت بے باکی سے بیان کیا، انہوں نے

DHAKA COACHING CENTRE

انگریزوں کے ظلم وستم کے ساتھ ساتھ باغیوں کی ستم گری کی بھی منظر کشی کی ہے۔ وہ جھوٹ کی رنگ امیزی نہیں کرتے بلکہ صداقت کا پرچار کرتے ہیں۔

کامیاب افسانہ نگار:

خواجہ صاحب افسانہ نگاری کے میدان میں بھی ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔لیکن ان کی افسانہ نگاری دوسروں سے کسی قدر مختلف ہے۔ انہوں نے تخیلات کے بجائے صداقت کو معیار بنایا۔ انہوں نے جس ماحول میں پرورش پائی اس میں مغلیہ تخت وتاج سے محبت اور وفاداری رچی بسی ہوئی تھی۔ چنانچہ جنگ آزادی کے بعد مغلیہ خاندان پر روا رکھے جانے مظالم نے انہیں بھی تڑپا دیا انکی تحریر میں یہ طوفان پوری شدت سے نظر آتا ہے۔

نقادوں کی آراء:

خواجہ صاحب معمولی معمولی مضامین اور خیالات کو نہایت دلکش اور موثر طریقے سے ادا کرسکتے ہیں اور الفاظ نئے نئے اور عجیب وضع کرتے ہیں س۔

JOIN FOR MORE!!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

JOIN FOR MORE!!!

نثر نگاری

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴾مولانا الطاف حسین حالی﴿

ایک تعارف:

ہر بول تیرا دل سے ٹکرا کے گذرتا ہے
کچھ رنگ یہاں حالی ہے سب سے جدا تیرا

”مولانا حالی کا درجہ اردو ادب میں نہایت ممتاز اور اعلیٰ ہے یہ حقیقت ہے کہ مولانہ حالی جدید ادب کے بانی ہیں جدید نثر اور جدید شاعری دونوں ان کے زیرِ بارِ منت ہیں۔“

JOIN FOR MORE!!!

یہ رائے مولانا حالی کے متعلق بابائے اور مولوی عبدالحق کی ہے اور بلاشبہ یہ سب سے بڑی حقیقت ہے کہ مولانا حالؔی اردو ادب میں ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ دلبستانِ سرسید سے وابستگی نے ان کی صلاحیتوں کو روشن وشگفتہ کیا۔ صداقت وسچائی، خلوص ومحبت سے سرشار ہو کر وہ حقیقت نگاری سے آشنا ہوئے۔ بحیثیت شاعر، نقاد اور سوانح نگار ان کا مرتبہ بہت بلند ہے مقصدیت ان کی تحریروں کا خاص جوہر ہے۔

علی سردار جعفری لکھتے ہیں:

”سرسیدؔ اور حالؔی نے شعوری طور پر ادب اور سماج کا
رشتہ جوڑنے کی کوشش کی اور یہیں سے جدید اردو
ادب کا آغاز ہوتا ہے“

طرزِ تحریر کی خصوصیات۔

ا۔ سادگی سلاست وروانی:

سادگی حالؔی کی تحریروں کی سب سے نمایاں خوبی ہے۔ حالؔی نے سرسید کے اصلاحی مشن کو کمال کوبی سے آگے پڑھایا ہے۔ انہوں نے عوام سے عوام ہی کی زبان مین بات کی تا کہ وہ اپنا مقصد پاسکیں۔ حالؔی نے مختلف موضوعات پر مضمون لکھ کر اسے انتہائی سادہ اور رواں لہجے میں پیش کیا۔ اسلامی موضوعات پر ان کے فکر انگیز خیالات اردو ادب میں خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔

۲۔ بے ساختگی اور بے تکلفی:

موالانا حالؔی اپنے مضامین میں بڑی بے ساختگی وروانی سے اپنی بات کہتے چلے جاتے ہیں۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

یادگارِ غالب میں وہ لکھتے ہیں:

جس زمانے میں راقم کو دلی جاتا ہوا اس باغ میں پت جھڑ شروع ہوگئی تھی کچھ لوگ دلی سے چلے گئے تھے اور کچھ دنیا سے رخصت ہوگئے تھے۔
مولانا کی تحریریں زبان و بیان کی غلطیوں سے پاک ہیں۔وہ بے ساختگی سے اپنے مضامین میں ایسا لہجہ اختیار کرتے ہیں جو دل سے نکلتا ہے اور دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔

۳۔ انگریز الفاظ کا استعمال:

مولانا حالی سیر سید کی طرح اپنے مضامین میں دوسری زبانوں کے الفاظ کی پیوند کاری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔انگریزی الفاظ کا استعمال ان کے اعلیٰ مطالعے کا ثبوت ہے۔حالؔی نے ضرورت کے حساب سے انگریزی الفاظ کو اپنی تحریروں میں خوبصورتی سے سمویا ہے۔انگریری کے ساتھ وہ کہیں کہیں ہندی الفاظ بھی استعمال کرجاتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

بقول سر سید احمد خان:

اگر کسی زبان میں دوسری زبان کے الفاظ کی گنجائش نہ ہو تو وہ مردہ کہلاتی ہے۔ مولانا حالؔی اپنی مشہور کتاب حیاتِ جدید میں سر سید کے متعلق لکھتے ہیں کہ:
ان کے بچپن میں جسمانی صحت اور فزیکل قابلیت کے سوا کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ (از حیاتِ جاوید)

۴۔ مقصدیت:

حالؔی نے جو کچھ لکا ادب برائے زندگی لکھا۔ان کی تمام تحریریں قومی اصلاح کی سوچ کی عکاس ہیں۔انہوں نے ہمیشہ قومی بھلائی کے لئے لکھا۔
ڈاکٹر سید عبداللہ ''سر سید اور ان کے رفقاء کار'' میں لکھتے ہیں۔
''حالؔی اپنے مضامین میں مقصدیت کی سنجیدگی اور جوش کا ساتھ اختیار کرتے ہیں''

۵۔ موضوعات کا تنوع:

حالؔی نے بے شمار موضوعات پر لکھا ہو یا نثر، وہ علمی، دبی، اخلاقی اور اصلاحی حصار میں رہتے ہٰن۔انہ؛وں نے نئے نئے موضوعات پر لکھ کر مستقبل کے لکھنے والوں کو نیا راستہ دکھلایا۔ حالؔی نے اپنی تحریروں میں بھرپوری قوت مشاہدہ کے ذریعے نئے نئے موضوعات پر قلم اٹھایا اور دنیائے ادب میں اپنی حیثیت کو تسلیم کرالیا۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

۶۔ مدعانگاری، عقلیت ومنطقیت:

حالؔی نے اپنی تحریروں میں استدلالی رویہ اختیار کیا۔ انہوں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا دلیل اور ثبوت کے ساتھ اظہار خیال کیا۔ یہ خوبی انھیں ورثے میں ملی تھی۔ حالؔی کے اسلوب پر دبستانِ سرسید کا خاص رنگ ہے مگر ان کی اپنی شخصیت کا سحر بھی صاف نظر آتا ہے، حالؔی نے مدعا نگاری کے مقابلےمیں عبارت آرائی کو کوئی اہمیت نہیں دی انہوں نے جن حقائق و افکار کو اپنی نثر میں پیش کیا ان کے مکمل ابلاغ کی فکر ان کے پیشِ نظر اور وہ اسے ہر قیمت پر اولیت کا مستحق سمجھتے تھے۔

۷۔ حالی بحیثیت نقاد:

حالؔی کا شمار رفقائے سرسید میں ہوتا ہے حالؔی کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے ادب کا رشتہ زندگی سے جوڑا اور ادب کا فنی اور علمی حیثیت کے ساتھ ساتھ معیار اور افادیت کے میزان پر بھی تجزیہ پیش کیا۔ حالؔی کی اعلیٰ اور سنجیدہ سوچ انکا تنقیدی شعور ہے حالؔی نے شاعری اور نثر میں سچائی اور افادیت کے فروغ کے لئے موثر آواز بلند کی۔

JOIN FOR MORE!!!

پروفیسر ممتاز حسین کہتے ہیں کہ:

مقدمہ شعر و شاعری حالؔی کی مشہور تنقیدی کتاب ہے جس میں انہوں نے لکھنے پڑھنے والوں کو مفید و رہنما مشورے دیے ہیں اور معیاری زبان لکھنے کے رہنما اصول بھی بیان کئے ہیں یہ کتاب اردو تنقید میں سنگِ میل کا درجہ رکھتی ہے اور مولانا حالؔی کے اعلیٰ تنقیدی شعور کا شاہکار ہے۔

معروف تنقید نگاروں کی آراء:

حالی اردو کے ایک عظیم نثر نگار اور سوانح نگار ہیں۔ بقول مولوی عبدالحق:

’’نثر حالی میں تین کتابوں یعنی یادگار غالب‘ مقدمہ شعر و شاعری اور حیات جاوید کو درجہ کمال حاصل ہو چکا ہے یعنی یہ وہ کتابیں ہیں جو اردو ادب میں ہمیشہ زندہ رہیں گی اور ہمیشہ ذوق و شوق سے پڑھی جائیں گی‘‘۔

پرفیسر احتشام حسین حالی کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوتے رقم طراز ہیں:

’’حالی نے قدیم ادبی سرمائے کو پرکھنے اور اس میں اچھے کو برے سے الگ کر لینے کے راز بتائے۔ انہوں نے روایتوں کا احترام کرنا سکھایا‘‘۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴾سید امتیاز علی تاج﴿

گوکہ اُردو ڈرامے کی تاریخ کا آغاز امانت کی ''اندر سبھا'' سے ہوتا ہے۔ برصغیر میں اُردو ڈرامے کی روایت کافی پرانی ہے پھر بھی جس شخص سے اُردو ڈرامے کی تاریخ میں جدید تصورؔ کا آغاز ہوتا ہے۔ وہ سید امتیاز علی تاج ہے جن کو ڈرامے انارکلی سے اُردو ڈرامہ نگاری کے جدید تصور کی ابتداء ہوتی ہے۔ ان کا یہ ڈرامہ انارکلی نارنجی نوعیت کا ڈرامہ ہے۔ امتیاز علی تاج ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے اُردو ڈرامے کی تشکیل جدید میں حصہ لیا۔

شوکتِ لفظی:

امتیاز علی تاج کا تعلق ایک اعلیٰ درجے کے علمی اور ادبی خاندان سے تھا کہ ان کا زبان بیان اور انداز نشست و برکاست مہذب شائستہ اور نفیس لوگوں کی طرح تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے ڈراموں میں بھی وہ اپنے کرداروں کو ان کی صورتِ حال اور واقعہ کے لحاظ سے شائستہ اور مہذب زبان استعما کراتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی تحریروں میں ڈراموں اور افسانوں میں ایک پروقار سنجیدگی اور متانت کا پہلو نظر آتا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

تاریخی شعور اور پس منظر:

امتیاز علی تاج ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جہاں کئی نسلوں سے علم و ادب کی اعلیٰ روایات پائی جاتی تھیں۔ انہوں نے ایسے ماحول میں پرورش پائی جو ان کے اندر چھپے ہوئے ایک ادیب ایک فنکار اور تخلیقی جوہر رکھنے والے شخص کے جوہروں کو صیقل کرنے میں بہت ممد و معاون ثابت ہوا۔ آپ کی عمرِ صرف ۲۳ سال تھی کہ پ نے انارکلی جیسا عظیم الشان اور فنی اعتبار سے بلند پایہ مکمل اور بھرپور ڈرامہ لکھا جس نے اُردو ڈرامے میں جدید رجحانات کا راستہ وا کر دیا۔

مزاح اور ظرافت:

امتیاز علی تاج کے افسانوں یا ڈراموں میں یک رنگی، روکھا پن اور سپاٹ کیفیت نہیں پائی جاتی ہے وہ بات کو پر مزاح اور ظریفانہ انداز میں پیش کرنے کا ڈھنگ جانتے ہیں۔ ان کی کرداری نگاری کا یہ وصف ہے کہ وہ قارئین ناظرین اور سامعین کے ہونٹوں پر اگر زبردست قہقہے نہیں بکھیر تی تو مسکراہٹیں ضرور پھیلا دیتی ہے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

کردار نگاری:

تاج نے اپنے ہر کردار کو نفسیاتی تجزیئے کے ساتھ آگے بڑھایا ہے جس کی بدولت ان کے کردار جیتے جاگتے نظر آتے ہیں ہر کردار اپنی جگہ مکمل ہے اور کوئی کردار ایسا نہیں جو قدیم داستانوں کی طرح کٹھ پتلی ہو بلکہ ہر کردار کا قصیہ کے اصل مرکز سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔

مکالمے:

انارکلی کی بڑی خصوصیت مکالموں کی چستی، پرجستگی اور بی ساختگی ہے مکالموں میں حفظ مراتب کے ساتھ دلچسپی، تاثیر، اختصار اور ادبیت کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے۔ پارسی کمپنیوں کے دور کے ڈراموں کی طرح کردار مقفع اور مسجع زبان نہیں بولتے اور نہ قدم قدم پر اشعار پڑھتے نظر آتے ہیں۔ تاج نے بڑے فطری اور برجستہ مکالمے لکھے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!

کشمکش:

ڈرامے کشمکش سے جنم لیتا ہے اس کشمکش کا خارجی روپ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو اس کی اساس افراد اور ان کی نفسی کشمکش سے استوار ہوتی ہے۔ تاج اس میدان میں پورے اترے ہیں انہوں نے جہاں انسانی کرداروں کا مشاہدہ کیا ہے وہاں انسانی فطرت کے بارے میں گہری فلسفیانی بصیرت رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے ڈرامہ انارکلی کا نقطہ عروج افراد کی ذہنی کشمکش ہے۔

جذبات نگاری:

تاج نے انارکلی میں کرداروں کے جذبات کی بھرپور عکاسی کی ہے اور جذبات نگاری کی حسین مثالیں اردو کی ڈرامائی ادب میں بہت کم ملیں گی۔ تاج کے کردار محبت، غم، غصہ، نفرت، رقابت، خودغرضی اور دشمنی وغیرہ کے جذبات کا اظہار اتنے موثر انداز میں کرتے ہیں کہ قاری انہی جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے اور ان جذبات کی تپش خود بھی محسوس کرنے لگتا ہے۔

مزاح نگاری:

ویسے تو تاج کے ڈراموں میں شگفتگی ملتی ہے مگر چچا چھکن اس میدان میں ان کا عظیم کارنامہ ہے۔ یہ ایک ناول ہے اور چچا چھکن کا کردار پورے ناول پر چھایا ہوا ہے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

حرفِ آخر:

سید امتیاز علی تاج بلاشبہ اُردو زبان کے بہت بڑے ڈرامے نگار کامیاب افسانہ گار اور ایک مقبول و معروف ادیب ہیں۔ انہوں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے بھرپور استعمال سے اُردو ادب میں گرانقدر اضافہ کیا۔ اس کو لازوال مزاحیہ کردار عطا کیا اور خصوصاً اُردو ڈرامہ نگاری میں جدید دور کا آغاز کیا۔

بقول اُردو کے ایک ممتاز تنقید نگار ڈاکٹر عبدالسلام کے:

''اُردو ڈرامے کو جدید انداز کی طرف لائے کا سہرا امتیاز علی تاج کے سر ہے''۔

JOIN
FOR
MORE!!!

DHAKA COACHING CENTRE

﴾آغا حشر کاشمیری﴿

تعارف مصنف: اردو ڈرامے کے میدان میں آغا حشر کاشمیری کی برتری سب مانتے ہیں۔ انھوں نے اپنے فن کو زمانے کی ضرورت کے مطابق ڈھال کر پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ڈرامہ نگاری کا ہر دور ترقی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ان کے ابتدائی، ڈرامے شاعرانہ اندازِ بیان لیے ہوئے ہیں جو اس وقت عوام میں مقبول تھا۔ مکالموں میں نظموں کا سا آہنگ، ڈرامائیت، خطابت، بلند آہنگی، مقفیٰ و مسجع ترکیبیں اسی دور کی دین ہے۔ بعد کے ادوار میں انھوں نے کوشش کی کہ مکالموں میں زیادہ سے زیادہ فطری اور حقیقی رنگ دیا جائے۔

طرزِ تحریر کی خصوصیات

JOIN FOR MORE!!!

ڈرامہ نگاری کی انفرادیت: آغا حشر نہ صرف ایک اعلیٰ معیار کے ڈرامہ نگار تھے بلکہ وہ اچھے شاعر بھی تھے، انہیں فارسی اور ہندی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ انہوں نے اپنے ڈراموں میں ان زبانوں کی نادر تشبیہات تراکیب اور استعارے بیان کیے ہیں۔ انہوں نے عام طور پر سادہ سلیس اور رواں دواں نثر لکھی ہے لیکن کہیں کہیں وہ عوام کی پسندیدگی کے پیش نظر مسجع و مقفع نثر بھی لکھتے ہیں۔

کردار نگاری:

آغا حشر کے ڈراموں کی سب سے بری خوبی کردار نگاری ہے۔ انہوں نے جیتے جاگتے کردار پیش کیے۔ ان کے کرداروں میں ہر طبقہ کے افراد شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے کرداروں کی اجتماعی زندگی کی نمائندگی کی ہے۔

رنگین بیانی:

آغا حشر کی ابتدائی ڈراموں پر تو ان کے ہم عصروں کی طرح بیان کی رنگینی اور تخیل کی شوخی چھائی ہوئی ہے۔ لیکن بعد میں انہوں نے اپنا منفرد انداز اپنایا اور اپنے شاعرانہ تخیل اور رنگینی بیان کو زندگی کی حدود میں لا کر دیکھنے والے کے ذہن سے زیادہ اس کے دل کو متاثر کیا۔

عوامی انداز:

آغا حشر کو اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ ان کے ڈرامے پڑھنے کے لیے نہیں بلکہ اسٹیج پر دکھانے کے لیے لکھے جا رہے ہیں اور پڑھنے والے کے دل و دماغ جو تاثر قائم ہو گا وہ اسٹیج پر دیکھی اور سنی ہوئی چیزوں اور باتوں سے بھی ہو گا۔ اس لیے وہ اپنے ڈرامے اس طرح مرتب کرتے ہیں کہ جو عوام کے ذوق کی تسکین کا ذریعہ بنتے ہیں۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

پلاٹ:

حشر ایک جدت پسند فنکار تھے انہوں نے اپنے ابتدائی ڈراموں میں بعض مغربی ڈرامہ نگاروں کو اردو داں طبقہ سے اچھوتے انداز سے روشناس کرایا اور پھر اپنی تخلیقی پلاٹ سے اسٹیج کو رونق بخشی ان کے یہاں کسی ایک انداز کا پلاٹ مخصوص نہیں ہے بلکہ ان کے ڈراموں میں مختلف موضوعات ملتے ہیں جس مین معاشرتی، مذہبی، سیاسی، اصلاحی اور نیم تاریخی وغیرہ شامل ہیں۔ حشر نے اپنے ابتدائی دور کے ڈراموں کے لئے جو پلاٹ مغربھی ڈراموں سے لئے گے۔

مکالمے:

حشر کے ابتدائی دور کے مکالموں کا وہی انداز ہے جس کو دقیانوسی انداز پارسی اٹیج کی بدعت کہا جاسکتا ہے۔ یعنی طویل مکالمے اور بات بات پر اشعار وہ بھی تک بندی جس سے مضمون الجھ کر رہ جاتا ہے اور بات واضح نہیں ہوتی۔

JOIN FOR MORE!!!

کشمکش:

ڈرامے کشمکش سے جنم لیتا ہے۔ اس کش مکش کا خارجی روپ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو اس کی اساس افراد اور ان کی نفسی کشمکش پر استوار ہوتی ہے حشر نے اپنے ڈراموں کی بنیاد افراد کی ذہنی کشمکش کے بجائے خارجی واقعات پر رکھی ہے آخری دور کے ڈراموں میں یہ عیب بڑی حد تک جاتا رہا ہے اور انہوں نے انسانی فطرت گہری فلسفیائی بصیرت سے کام لیا ہے۔

مزاح نگاری

پارسی کمپنیوں کے دور میں جو بھی ڈرامے لکھے گئے ان کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ پیسہ کمایا جائے اس لئے ہر ڈرامہ نگار مجبور تھا کہ وہ عوام کے مذاق کا خیال رکھے اور ان کی تفریح اور ہنسنے کا سامان مہیا کرے اس لئے دوسرے ڈرامہ نگاروں کی طرح حشر نے بھی مزاحیہ حصے عوام کے عام معیار کے مطابق پیش کیے ہیں جن میں عام بازاری مذاق اور زبان استعمال کی گئی۔

نقادوں کی نظر میں:

”جس وقت حشر نے ڈرامے کی دیران دنیا میں قدم رکھا اس وقت بہت سی اعلیٰ قابلیت رکھنے والی قابل ترین ہستیاں بے شمار تعلیم یافتہ افراد اس فن میں موجود تھے مگر حشر حشر ہی ڈھاتے رہے“۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

(مولانا ظفر علی خاں)

’’اردو میں ڈرامہ رستم وسہراب اور ہندی میں سیتا بن باس اور تحشم پر تکیہ ایسے لکھے ہیں جس پر تاریخ ادب تا قیامت فخر کرے گی یہ حشر کے قدموں کا صدقہ ہے جو آج درامہ نویسوں نے سماج‘ قوم اور ملک کی بہبودی اور فلاح کی طرف توجہ دی ہے‘‘۔

(عشرت رحمانی)

JOIN FOR MORE!!!

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

﴾ابن انشاء﴿

طرزِ تحریر کی خصوصیات۔

ابن انشاء کی تین نمایاں ادبی حیثیتیں ہیں ایک شاعر دوسرے مصنف اور تیسرے ادیب و سفر نامہ نگار۔ آپ ان تینوں حیثیتوں میں مقبول اور پسندیدہ ادبی شخصیت رہے ہیں۔ ان کی تحریر اور شاعری کے مجموعہ آج بھی لوگ بہت دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ ہم اس پر کوئی تبصرہ نہیں کریں گے کیونکہ وہ ہمارے مقصد تحریر سے باہر ہے۔ یہاں ان کے کالم نگاری، مزاح نگاری اور سفر ناموں پر گفتگو کی جائے گی۔

مزاح نگاری:

ابن انشاء کا اُردو ادب میں نہایت بلند پایہ مقام ہے وہ مزاحیہ ادب میں ایک دیو قامت شخصیت ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا مزاح پڑھنے والا سوتے میں بھی مسکراتا ہے۔ مزاح نگاری بذاتِ خود صرف ہنسانے کا نام نہیں بلکہ ادیب لوگوں کو اس طرح ہنساتا ہے کہ اس سے اصلاح کا مقصد بھی حاصل ہو جائے لہٰذا تمام مزاح نگار مزاح نگار، مزاح کے ساتھ طنز کے تیر بھی اپنے ادبی ترکش میں بھرے رکھتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

سفرنامہ:

اگر چہ سفر نامہ لکھنے کی روایت زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے اور تاریخی معلومات کے مستند حوالے بن گئے ہیں لیکن زمانہ قدیم یہ کام انتہائی صبر آزما، دشوار اور طویل عرصے پر محیط ہوتا تھا۔ اس لئے خال خال ہی لوگ اس میدان میں قدم بڑھاتے تھے۔ لیکن اب جبکہ فاصلے سمٹ گئے ہیں وسائل کی فراوانی ہوگئی ہے، علم کا فیض عام بھی جاری ہے، سفر ناموں کا کچھ زیادہ ہی رواج ہوگیا ہے۔

مشاہدہ کا تسلسل:

سفر نامہ چونکہ چشم دید واقعات پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے اس میں زوال تا آخر تسلسل کا ہونا ضروری ہے ابن انشا کے سفر ناموں میں یہ خوبی نظر آتی ہے کہ وہ اپنے مشاہدات کو باہم گڈ مڈ نہیں کرتے وہ بڑے سلیقے سے مختلف واقعات کو ایک کڑی میں پروتے ہیں۔ ہر مشاہدا کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ وہ تسلسل کے ساتھ ایک منظر کے بعد دوسرا منظر سامنے لاتے ہیں۔

طنز و مزاح کی آمیزش:

ابن انشا چونکہ اپنی تحریروں میں طنز مزاح کو بڑے دلکش پیرائے میں استعمال کرنے کا فن جانتے ہین اس لئے ان کے سفر ناموں میں طنز مزاح کی آمیزش سے دلچسپی اور شگفتگی پیدا ہوگئی ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

منظر کشی:

سفرنامہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ واقعات کے بیان کے ساتھ ماحول کی منظر کشی بھی کی جائے جو کچھ دیکھا جائے قاری کو بھی دکھایا جائے۔ کیونکہ کائنات میں ہر طرف فطرت کے مناظر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا پر اثر بیان دل و دماغ کو متاثر کرتا ہے۔ ابن انشا کو منظر کشی اور مہا کاتی انداز تحریر میں کمال حاصل ہے۔ وہ مناظر کی اس طرح تصور کشی کرتے ہیں۔

زبان و بیان:

ابن انشاء کی زبان سادہ اور عام فہم ہے وہ نہایت سادہ انداز میں اپنی بات بیان کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پیش نظر عام قاری ہے جو ان کی تحریروں کو پڑھے گا۔ اسی لئے وہ اس بات کا بطور خاص خیال رکھتے ہیں کہ بات سادہ اور پر اثر انداز میں کہی جائے۔ ان کی منفرد تحریر خو منہ سے بولتی ہے کہ اس کے خالق ابن انشاء ہیں۔ اپنے اسی سلوپ نگارش کی وجہ ہے۔

حرفِ آخر:

ابنِ انشاء بحیثیت ادیب، شاعر، مزاح نگار اور سفرنامہ نگار اُردو ادب میں ایک مستقل نمایاں حیثیت اور مقام رکھتے ہیں۔ اُردو ادب اور زبان کے لئے ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گے اور آنے والے نوجوان ادیبوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گی۔

شوکت تھانوی نے مختلف اصناف ادب مثلاً ناول، افسانہ، ڈرامہ وغیرہ پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا دیا ہوا کردار ''قاضی جی'' اُردو ادب کے زندہ کرداروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ شوکت تھانوی ایک اچھے مزاحیہ شاعر بھی تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴿شوکت تھانوی﴾

خصوصیاتِ نثر:

۱۔ سادہ اور شگفتہ زبان:

شوکت تھانوی کی تحریروں کی نسبت سے بڑی خوبی ان کی سادگی سلاست اور روانی ہے۔ آپ جو زبان لکھتے ہیں وہ عام فہم کی روزمرہ زبان ہوتی ہے۔ آپ نے زبان کا استعمال کردار مناسبت سے کیا ہے۔ آپ کا مطالعہ اور مشاہدہ بہت وسیع تھا لہٰذا جو مکالماتی زبان آپ استعمال کرتے ہیں وہ کردار کی ٹھیک صورتِ حال اور ماحول کے مطابق ہوتی ہے۔ اس کی بہترین مثال ان کے ریڈائی ڈرامے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

۲۔ عورتوں کی زبان پر قدرت:

شوکت تھانوی کو زنانہ اور مردانہ دنوں زبانوں پر قدرت حاصل تھی۔ وہ اس کا نہایت خوبصورت اور برمحل استعمال کرتے تھے۔ اپنی کتاب خدانخواستہ میں آپ نے عورتوں کی زبان کا بہت خوبصورت استعمال کیا ہے جس سےکتاب مین جان پڑ گئی ہے اور اس کی دلچسپی اور کشش میں اضافہ ہو گیا ہے۔

۳۔ واقعاتی مزاح:

تحریر مین مزاح کا عنصر پیدا کرنے کے لئے اہل قلم عموماً تین طریقوں سے کام لیتے ہین ایک نو رعایت لفظی کے ذریعے، دوسرے تضاد کے ذریعے اور تیسرے واقعات کے ذریعے شوکت تھانوی کے یاں مزاح تینوں طریقوں کے ذریعے پیدا کیا گیا ہے لیکن زیادہ تر وہ واقعاتی مزاح پر زور دیتے ہیں۔

۴۔ معاشرتی مسائل کی عکاسی:

شوکت تھانوی اپنی مزاحیہ تحریروں کے ذریعے واقعاتی عکاسی کرتے ہیں۔ وہ تعات کا تعلق اور پس منظر معاشرتی، سماجی اور سیاسی ہوتا ہے اور ان شعبہ جات میں ہونے والے واقعات اور پیش آنے والی صورت حال کو اپنے مخصوص مزاحیہ رنگ مین پیش کرتے ہین جسے پڑھ کر قاری کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی کرنیں بکھر جاتی ہیں اور مزاح اس کے دل میں ہلکی ہلکی گدگدی پیدا کرنے لگتا ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

۵۔ کردار نگاری:

شوکت تھانوی کا مشاہدہ بہت وسیع وعمیق تھا۔ اپنی تحریروں میں پیش کیے جانے والے کرداروں کو شوکت ان کی اصل رنگ وروپ اور زبان کے ساتھ پیش کرتے ہیں جس میں شامل مزاح کا شگفتہ اور خوش گوار عنصر مزید دلچسپی پیدا کر دیتا ہے۔ شوکت اپنے کرداروں کی نفسیات کا گہرا مشاہدہ رکھتے ہیں اور ان کو اسی امر کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے کرداروں کو مضبوط اور مستحکم کرتے ہیں۔ مثلاً سودیشی ریل کا انجن ڈرائیور کا کردار۔

۶۔ خاکہ نگاری:

شوکت تھانوی نے اپنے خاکوں پر مشتمل کتاب ''قاعدہ بے قاعدہ'' میں معروف ادبی شخصیات کے نہایت دلچسپ خاکے لکھے ہیں۔ ان خاکوں کے ذریعے انہوں نے انتہائی دلنواز و پر مزاح انداز میں شخصیات کی خوبیوں کے علاوہ ان کی خامیوں اور کمزوریوں کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ دامن تہذیب بھی ہاتھ سے نہ نکلے اور بات بھی ادا ہو جائے۔ ان کے خاکوں کا یہ مجموعہ ادب سے دلچسپی رکھنے والے قارئین میں بہت مقبول تھا اور اب بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں زبان و بیان کی سلاست اور خوبیوں کے ساتھ نہایت فنکارانہ انداز مین نہایت چابکدستی اور فنی مہارت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

۷۔ ہمدردی اور دردمندی:

شوکت تھانوی کی تحریروں میں اپنے کرداروں کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ وہ ہنساتے تو ہیں مگر اس کے ساتھ ان کا مزاح ذہن میں کردار کے متعلق ہمدردی کا جذبہ چھوڑ جاتا ہے قاری کردار کی خامیوں کو اس طرح انداز کر دیتا ہے کہ جس سے اس کے روّیے میں ہمدردی اور دردمندی کے جذبوں کی کوش گوار آمیزش ہو۔

۸۔ مقصدیت:

شوکت تھانوی کا تعلق اہل قلم کے اس گروہ سے تھا جو ادب برائے فن کا قائل ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود ان کی تحریر میں مقصدیت سے خالی نہیں۔ ان کی مزاح نگاری کا مقصد دکھی دلوں، ظلم کے ماروں اور حالات کے ستائے ہوئے لوگوں کو اس طرح پیش کرنا ہے وہ قارئین کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کی بھی ہمدردیاں حاصل کر سکیں۔

DHAKA COACHING CENTRE

حرفِ آخر:

اُردو ادب کا دامن گو کہ اچھے اور بلند پایہ مزاح نگاروں سے بھرا ہوا نہیں پھر بھی شوکت تھانوی کا شمار ہم ان مزاح نگاروں میں کر سکتے ہیں جنہوں نے اپنی تحریروں کی سادگی، روانی و شگفتگی کے ذریعے اُردو ادب کو مالا مال کرنے کی کوشش کی اور اس کے دامن کو بھی شگفتہ اور مسکراہٹ سے جگمگاتی ہوئی تحریروں سے بھر دیا۔

JOIN
FOR
MORE!!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

﴿ڈاکٹر شفیق الرحمٰن﴾

اندازِ تحریر

تعارف:

شفیق الرحمٰن نے نثری ادب کی مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ انہون نے اپنی نگارشات کا آغاز افسانہ نگاری سے کیا نول بھی لکھے اور مضامین بھی۔ لیکن ان کو شہرت 'مزاح' نگاری سے حاصل ہوئی۔ انہوں نے طنز و مزاح نگارون کے اس گروہ میں ایک نمایاں ہے۔

مشاہدات کا اظہار:

JOIN FOR MORE!!!

ڈاکٹر شفیق الرحمٰن کا مشاہدہ بہت وسیع اور گہرا ہے۔ ان کی تحریوں کو پڑھ کر ان کی قوت مشاہدہ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ وہ قدم قدم پر اپنے عمیق مشاہدے سے کام لے کر زندگی کے مختلف پہلوؤں سے مزاح اخذ کر کے تحریر کو پر مذاق بنا دیتے ہیں۔ ان کے مشاہدات کی اس گہرائی نے ان کی تحریروں کو حقیقت سے قریب کر دیا ہے۔

بات سے بات نکالنا:

مزاح نگاری میں جو مشکل مرحلہ آتا ہے وہ بات سے بات پیدا کرنا ہے۔ اکثر مزاح نگار اس میں دست رس نہیں رکھتے کیونکہ اس کے لیے وسعت علم اور قدرت کلام کی ضرورت ہوتی ہے ساتھ ہی ساتھ ذخیرہ الفاظ اور مترادفات بھی لازمی ہیں۔ شفیق الرحمٰن کے یہاں بعض جگہوں ہر بات سے بات پیدا کرنے کا انداز بھی موجود ہے اور وہ بھی بڑے ماہرانہ انداز میں۔

سادہ اور بامحاورہ زبان:

وہی تحریر قبول عام کا درجہ رکھتی ہے جو عوامی زبان میں ہو۔ خواص اور اہل ادب کی زبان ادق' فلسفیانہ' محققانہ' مسجع اور مرصع ہوتی ہے لیکن عوام کی زبان سادہ' روزمرہ' ہلکی پھلکی اور بامحاورہ ہوتی ہے۔ زبان کی یہ خصوصیات شفیق الرحمٰن کے یاس بھرپور انداز میں ہے۔

ا۔ منفرد اندازِ اسلوب:

شفیق الرحمٰن کے انداز نگارش کو منفرد اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی تحریروں سے ایک خاموش معاشرتی اصلاح کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ وہ ان مسائل اور خامیوں کے سامنے لاتے ہین جو ہمارے غلط معاشرتی رویوں، رواج اور سومات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور جن سے ہماری شخصیت کی تعمیری نشوونما میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے لہٰذا اس قسم کے اُمور پر جب وہ قلم اُٹھاتے ہین تو ان کے لہجے میں تندی و تیزی کے ساتھ گہر

DHAKA COACHING CENTRE

کاراور چھبن بھی پائی جاتی ہے۔

۲۔ مغربی اثرات:

شفیق الرحمٰن ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ادبی شخصیت ہیں۔ وہ مغرب میں رہے بھی ہیں اور انہوں نے برطانوی ہند میں انگریزی دورِ حکومت بھی دیکھا ہے۔ انگریزی ادب کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ اس مطالعے کے اثرات ان کی تحریرون میں جھلکتے ہیں۔ خصوصاً انگریزی انشاء پردازی کی۔

۳۔ سلاست بیان اور محاوروں کا استعمال:

JOIN FOR MORE!!!

شفیق الرحمٰن کو اس بات کا احساس ہے کہ اگر بات کا مقصد اس کو دوسروں تک پہنچا تا ہے تو اس کو اس پیرائے میں اور الفاظ میں بیان کیا جائے پڑھنے والا اسے آسانی سے سمجھ سکے لہٰذا وہ حتی الامکان اس بات سے گریز کرتے ہیں کہ بات کو مبہم اور نا قابل فہم نے بننے دیا جائے لہٰذا وہ سادہ زبان استعمال کرتے ہیں۔

۴۔ واقعاتی مزاح:

شفیق الرحمٰن اپنی تحریروں میں ہلکے پھلکے انداز بیان کے علاوہ واقعہ کے پرلطف بیان کے ذریعے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ ان کا کرداران کے طنز کے تیکھے داروں کا ہدف بنتا ہے۔ مگر اس طرح کہ اس سے قاری کو ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ واقعات تانے بانے مانے کے لئے واقعات کا سلسلہ بات سے بات مل کر جوڑ دیتے ہیں۔ ان کی تصنیفات میں ہلکے پھلکے مغربی انداز میں ڈھلے ہوئے اندازِ نگارش کے پرلطف طنز و مزاح کے نمونے پائے جاتے ہیں۔

حرفِ آخر:

”شفیق الرحمٰن گو کہ بنیادی طور پر ایک ایسے مزاح نگار ہیں جس کے ترکش میں طنز و تنقید کے تیکھے اور چھنے والے تیر ہیں مگر ان تیروں سے وہ کسی ہلاک نہیں کرتے بلکہ ان کو چھبن سے ایک ایسا احساس پیدا کر دیتے ہیں کہ معاشرتی اصلاح و فلاح کا مقصد پورا کرنے میں آسانی محسوس ہوتی ہے“۔

DHAKA COACHING CENTRE

JOIN FOR MORE!!!

(شعرانہ خصوصیات)

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴾خواجہ میر درد﴿

تا قیامت نہیں مٹنے کا دلِ عالم ہے
درد ہم اپنے عوض چھوڑے اثر جاتے ہیں

اُردو شاعری میں تصوف کا گلاب مہکانے والے۔ معرفت کی شمعیں جلانے والے دلوں کی عشق الٰہی سے سرشار کرنے والے غزل کو نیا آہنگ عطا کرنے والے اسکی اور آن کو بڑھانے والے سید خواجہ میر جنہیں ہم میر درد کے نام سے جانتے ہیں۔

ایک صوفی گھرانے کے چشم و چراغ تھے میر تقی میر کے ہم عصر تھے اور اُردو شاعری کا وہ روشن ہیرا تھے۔ جنکی چمک نے اُردو غزل کو لازوال رنگ تصوف سے منور کیا۔ ان کا یہ پرسوز کلام ہر دل پر اثر کرتا ہے۔

مرا نالہ ہر ایک دل میں تو جا کر کام کرتا ہے
اثر کرتا ہے ایک پتھر ہی میں فرہاد کا تیشہ

JOIN FOR MORE!!!

خصوصیات کلام:

تصوف: تقریباً تمام ہی شعرا نے تصوف کے گلشن کی آبیاری کی ہے لیکن درد نے غزل کے تصوف کو جو رنگ دیا وہ کسی اور سے نہ ہو سکا وہ جو کیفیات اور سرورِ ذکرِ الٰہی میں محسوس کرتے ہیں اسے شعر کے قالب میں ڈھال دیتے ہیں۔

ملاؤں کس کی آنکھوں سے میں اپنی چشم حیراں کو
عیاں جب ہر جگہ دیکھوں اسی کے ناز پنہاں کو

نظر میرے دل کی پڑی درد کس پر
جدھر دیکھتا ہوں، وہی روبرو ہے

عشق حقیقی و مجازی کی ہم آہنگی:

درد کے کلام میں عشق حقیقی کے ساتھ ساتھ مجاز کی رعنائیاں اور دل فریبیاں بھی کارفرما ہیں وہ کوچہ جاناں میں گشت بھی کرتے ہیں اور بڑی برجستگی اور روانی و سادگی سے وارداتِ قلب بیان کر دیتے ہیں۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

میں نہیں کہتا کہیں تم اور مت جایا کرو
بندہ پرور اس طرف کو بھی کبھی آیا کرو

تمنا تیری ہے ، اگر ہے تمنا
تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

زبان کی صفائی اور سادگی:

درد کی شاعری تصوف کے سنجیدہ، مسائل کے باوجود اشعار اس خوبی میں میرے بڑھے ہوئے ہیں درد کی سادگی ہے، بے تکلفی اور بے ساختہ پن کی خوبی نے کلام کو زینت بخش دی ہے، شگفتہ، انداز اسلوب سادہ ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

ان کو کیا تھا یاد مجھے بھول کر کہیں
پاتا نہیں ہوں تب سے میں اپنی خبر کہیں

دردمندی:

دردمندی اور اثر آفرین کلام کی جان ہوتی ہے۔ درد ایک مخلص، ہمدرد اور غم گسار شخص تھے۔ درویشی نے ان میں سوز و گداز پیدا کر دیا اس لیے فطری طور پر انکے کلام میں درد اثر نمایاں ہے۔

سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا
بس ہجوم یاس جی گھبرا گیا

ہنسنے اور بولنے کی باتیں کرو
نام اس کا نہ لو کہاں ہے چاہ

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

حوصلہ مندی:

وہ ایک بلند حوصلہ اور عالی ظرف انسان تھے۔ اس لئے انکے کلام میں تلخی دوراں اور شکایت نہیں ملتی۔ اگرچہ کا زمانہ تاریخی اعتبار سے مصائب و ابتلاء کا زمانہ تھا۔ اکثر صاحب سخن ولی چھوڑ کر چلے گئے لیکن درد کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی وہ اخیر عمر تک دلی میں قیام پزیر رہے۔

میرا جی ہے جب تک تیری جستجو ہے
زبان جب تک تلک ہے یہی گفتگو ہے

آیا نہ اعتدال پر ہرگز مزاج دہر
میں گرچہ گرم وسرو زمانہ سمو گیا

JOIN FOR MORE!!!

رمز و ایما:

رمز و ایما کنایہ یا اشارہ کو کہتے ہیں اور یہ غزل کی جان سمجھا جاتا ہے جس سے کلام میں تاثیر اور معنویت دوبالا ہو جاتی ہے۔ درد کی غزل میں رمز و ایمائیت کے مخصوص طرز ادا میں رچ بس کر ادا ہوتی ہے۔

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

شمع کی مانند ہم اس بزم میں
چشم نم آئے تھے دامن تر چلے

مشاہدہ کائنات:

درد کی شاعری میں فطرت کا مطالعہ، تلاش اور جستجو کے اشعار کی تعداد خاصی ہے۔ وہ مشاہدہ عالم سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور ایک صوفی کی نگاہ سے حقیقت پسندانہ اظہار کرتے ہیں۔

وائے نادانی کے وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

DHAKA COACHING CENTRE

عظمت درد نقادوں کی نظر میں:

''ان کی پاکیزہ کلام کے مطالعے کے لئے پاکیزہ نظر درکار ہے''۔ (نواب جعفر علی خان)

''درد تلواروں کی آبداری نشتر میں بھی بھر دیتے ہیں''۔ (محمد حسین آزاد)

''درد آسمان سخن کے خورشید ہیں''۔ (میر حسن)

''اگرچہ دیوان درد بہت مختصر ہے لیکن سراپا درد و اثر رکھتا ہے''۔ (مرزا علی لطف)

''درد کو اردو شاعری کے تاج کا سب سے بڑا ہیرا سمجھا جاتا ہے'' (ڈاکٹر رام بابو سکسینہ)

JOIN FOR MORE!!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴿میر تقی میر﴾

تعارف:

ریختہ کے تم ہی استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر تھا

غالب کا یہ شعر خدائے میر تقی میر کی شان میں ہے وہ غزل کی آبرو اور وقار ہیں۔ اکبر آباد آگرہ میں پیدا ہونے والی میر تقی میر نے اُردو غزل کو آسمانوں کی رفعت عطا کی اُسے قابل اعتبار و قابل افتخار بنایا۔ میر شعرا اردو کے رہبر زبانی دانی کے ماہرِ فن خوش گلو اور شریں بیان شخصیت کے مالک تھے ''وہ اردو شیخ سعدی ہیں انکا کلام اکسیرِ شاعری ہے''۔

JOIN FOR MORE!!

کلام کی خصوصیات۔

تصورِ عشق:

میر کی دنیا میں عشق کی حکمرانی ہے جس میں انکے خاندان کی تہذیبی اور معاشرتی روایات کو بڑا دخل ہے۔ انکے والد نے انھیں نصیحت کی کہ عشق ضرور کرنا کیونکہ اسی سے کمال حاصل ہوگا۔ چنانچہ جب انکی زبان عشق کا ترانہ پڑھنے لگی تو بڑے ہی دلفریب نغمے پھوٹنے لگے۔

رنج و غم:

میر نے دنیا کی تلخیاں بہت قریب سے دیکھی تھیں اپنوں کی بے وفائی اور زمانے کی ستم کاریوں انکے دل کو غم کا سمندر بنا دیا لیکن انکا یہ غم اجتماعی ہے۔ اور اس میں استقامت، حوصلہ مندی اور غیرت اور بلندی و وقار ہے۔

ہم تو ناکام ہی جہاں میں رہے
یاں کبھی اپنا دعا نہ ہوا

میر جگہ سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسہ ہے چراغ سحری کا

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

تصوف:

تصوف غزل گو شعرا کا دل پسند موضوع رہا ہے چنانچہ میر نے بھی عارفانہ اور صوفیانہ مضامین کو نہایت مہارت اور خوبصورتی سے قلم بند کیا ہے وہ اگر چہ صوفی نہیں تھے۔ لیکن انکا یہ انداز بھی بہت عمدہ اور شعریت سے بھرپور ہے۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی
حق بندگی ہم ادا کر چلے

JOIN FOR MORE!!!

آفاقیت:

میر کی شاعری ہر دور ہر زمانے کی شاعری ہے۔ انھوں نے جن مسائل اور رنج و غم کی عکاسی کی ہے۔ وہ ہر دور کا المیہ ہے۔ اسی لیے انکا کلام پڑھنے والا اپنے دل کی ترجمانی سمجھتا ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

موسقیت:

میر کے مترنم اشعار موسیقی کے ساز نظر آتے ہیں۔ وہ جب کا ترانہ گاتے ہیں تو دل کے تار بج اُٹھتے ہیں اور ہر طرف جل ترنگ کی صدا گونجتی ہے۔

عالم عالم عشق و جنوں ہے دنیا دنیا تہمت ہے
دریا دریا روتا ہوں صحرا صحرا وحشت ہے

سادگی:

سادگی، صفائی اور سلامت میر کی شاعری کا خاص وصف ہے۔ میر کا پیرائیہ بیان نہایت دھیما اور دلنشین ہے۔ وہ نہایت بھولے بھالے انداز میں سادگی سے لیکن موثر انداز میں دل کی بات کہہ دیتے ہیں۔

DHAKA COACHING CENTRE

دل ہے وہ نگر نہیں کے پھر آباد ہو سکے
پچھتاؤ کے سنو ہو یہ بستی اُجاڑ کے

حقیقت پسندی:

یہ حقیقت ہے کوئی بھی فنکار اپنے زمانے اور حالات سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ میر نے بھی دلی اور ہندوستان کی تباہی کو اپنے ذاتی غم میں سمو دیا ہے۔ داخلی اور خارجی محرموں اور ناکامیوں نے انکی شاعری میں حقیقت کا رنگ بھر دیا۔

میر صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستاں

JOIN FOR MORE!!!

دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
بستے تھے منتخب ہی جہاں روزگار کے

خودداری اور نازک مزاجی:

میر ایک خوددار اور حساس انسان تھے وہ امرؤ اور رؤسا سے میل جول پسند نہیں کرتے تھے۔ مفلسی اور درویشی نے انکی اعلیٰ ظرفی کو بلند تر کر دیا انکی خودداری کا ایک سبب تو طبعی تھا دوسرے انھیں اپنی وضع کا بہت لحاظ رہتا تھا۔ جس کو نبھانے کے لئے انکی طبیعت میں نازک مزاجی آگئی تھی۔

آگے کسی کے کیا کرے دست طمع دراز
وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے

تشبیہات واستعارات کا استعمال:

تشبیہ اور استعارہ اگر سلیقے سے استعمال کیا جائے تو کلام میں چار چاند لگا دیتا ہے۔ اور پڑھنے والے کو نہ صرف بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی بلکہ ایک خاص لطف بھی حاصل ہوتا ہے میر تشبیہ اور استعارے کا فن خوب جانتے تھے۔ جس نے انکے کلام کو اور بھی دل نشین بنا دیا۔

DHAKA COACHING CENTRE

نازکی اسکے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی ایک گلاب کی سی ہے

شام ہی سے بجھا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

خود کلامی لیتے ہی نام اس کا سوتے سے چونک اٹھے خیر ہے۔ میر صاحب! کچھ تم نے خواب دیکھا؟

فکری عناصر:

زندگی موت، اسرار کائنات، خیر وشر، خیر وتدبیر تقدیر انسان زندگی کا فلسفہ موضوعات ہیں جہاں فکری کیا آرائیاں تجربات کی روشنی ہے۔

آدمی سے ملک کو کیا نسبت
شان ارفع ہے میر انسان کی

دل وعقل:

وہ عشق کا مرکز دل کو سمجھتے ہیں لیکن دل کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نامکمل وسلیہ ہیں۔

میں کون ہوں اے ہم نفساں سوختہ جاں ہوں
ایک آگ میرے دل میں ہے جو متعلقہ فشاں ہو

فلسفہ جبر:

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو تو عبث بدنام کیا

عظمت میر:

میر تقی میر شہنشاہ سخن نہیں خدائے سخن ہے۔ (ڈاکٹر ابواللیث صدیقی)

اُردو کے بہت کم شاعروں کے ہاں حقائق کی جستجو کے لیے اتنی تڑپ پائی جاتی ہے جتنی میر کے کلام میں۔ (ڈاکٹر سید عبداللہ)

میر کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف انکی زندگی میں ہوا اور دور دور تک ان کی زندگی میں ہوا۔ (حفیظ الرحمن خان)

"فن اور جذبات کے لحاظ سے میر کا ایک الگ رنگ ہے" (نیاز فتح پوری)

JOIN FOR MORE!!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴾مرزا اسد اللہ خان غالب﴿

تعارف:

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیان اور

غالب دنیائے شاعری کے ان چنا درخشندہ ستاروں میں سے ہیں جن کی آب وتاب سے جہانِ شعر منور ہے۔ انکی شاعرانہ عظمت انکی جدت پسندی اور منفرد لب ولہجہ میں پوشیدہ ہے۔ قدرت نے اُنھیں وسیع مشاہدہ عمیق قوتِ تخیل سے نوازتھا۔ وہ زندگی کے تجربات اور واقعات کو انوکھے اور منفرد زاویے سے دیکھنے کے عادی تھے۔

''انھوں نے ایک نیا ذہن، دنیا شعور، نیا ماحول اور نیا تناساب عطا کیا''۔

JOIN FOR MORE!!!

خصوصیات کلام۔

جدت پسندی:

کلام غالب کی بنیادی خصوصیات جدت پسندی ہے۔ انکے ہاں جدتِ ادا، جدتِ خیال غرض ہر پہلو سے انوکھا اور نرالا انداز ملتا ہے۔

''جس روش پر دوسرے چل رہے تھے، مرزا نے اس سے الگ ایک روشنی تیار کی''۔

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

ادائے خاص سے غالب ہوا نکتہ سرا
صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

شوخی وظرافت: غالب ایک شگفتہ مزاج اور زندہ دل انسان تھے۔

بقول مولانا حالی ''نکتہ داں، نکتہ سنج اور نکتہ شناس تھے'' وہ غم میں مسکرانے کا فن جانتے تھے اگر چہ اُنھوں نے زندگی کی محرمیوں اور ناکامیوں کا سامنا کیا لیکن ان تمام مصائب کو خوش دلی سے گلے لگایا۔ انکی زندہ دلی اور شگفتگی انکے کلام میں نظر آتی ہے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

ایسی جنت کا کیا کرے کوئی
جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں

فلسفہ حکمت:

غالب اُردو کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے فلسفیانہ رموز کو پیش کیا۔ اس سے قبل غزل میں تصوف کے موضوعات تو موجود تھے لیکن فلسفہ اور حکمت کے موضوعات ناپید تھے۔ وہ حقائق کو استدلال اور فلسفیانہ نظر سے جانچنے کے عادی تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

استفہام:

غالب اپنے سوالیہ انداز کی وجہ سے قاری کے دل و دماغ پر چھا جاتے ہیں کون، کب، کیسے، کیوں جیسے سوالات انکی انفرادی سوچ کی عکاسی کرتے ہیں۔

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

حقیقت پسندی:

غالب ایک حقیقت پسند انسان تھے وہ خوابوں خیالوں کی دنیا بسانے کے بجائے زندگی کی حقیقت پسندانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ اس اسکے تلخ پہلو کو بھی دیکھتے ہیں۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کر گھر یاد آیا

روایت سے بغاوت:

غالب ایک جدت پسند شاعر تھے۔ اُنھوں نے روایت سے بغاوت کی ایک نیا طرز اور منفرد اندازِ شاعر پیش کیا انکے نظریات تصورات اور سوچنے کے انداز میں انفرادیت پائی جاتی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

ایجاز واختصار:

کلام غالب کی اہم خصوصیات ایجاز واختصار ہے وہ کم سے کم الفاظ میں بڑے بڑے مفاہیم کو یوں ادا کرتے ہیں گویا کوزے میں دریا کو بند کر دیا ہو اسی وجہ سے انھیں گنجینہ معنی شاعر بھی کہا جاتا ہے۔

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

عظمتِ انسانی:

غالب کے کلام میں عظمتِ انسانی کے جا بجا نمونے ملتے ہیں وہ انسان کو باہمت اور حوصلہ مندی دیکھنا چاہتے ہیں اور اُسے مشکلات و مصائب سے مردانہ مقابلے کی ترغیب دیتے ہیں اور اُسے اپنی عظمت و مرتبے سے روشناس کراتے ہیں۔

رنج سے خوگر انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہو گئیں

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

حوصلہ مندی اور پُر امیدی:

غالب ایک باہمت انسان تھے۔ وہ زندگی کے روشن پہلو کی تلاش میں رہتے تھے۔ باوجود مصائب ومشکلات کے وہ پرعزم اور پرامید نظر آتے ہیں۔ انکے یہاں زندگی اپنے بھرپور رنگوں میں نمایاں ہے اور نا اُمیدی کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے۔

کوئی دن گر زندگانی اور ہے
اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے

JOIN FOR MORE!!!

جذبات نگاری:

مرزا نے اپنے کلام میں انسانی جذبات ونفسیات کونہایت بے باکی اور حقیقت پسندی سے پیش کیا۔ زندگی کے آلام مصائب اور مشکلات جو انسانی زندگی کا لازمی جزو ہیں۔ انکی سچی ترجمانی کی زندگی میں درد کی ٹھیس بھی محسوس ہوتی ہے۔ اور قہقہوں کی گونج بھی مرزا نے اس حسین امتزاج کی مہارت سے عکاسی کی ہے۔

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

عظمت غالب:

تقریباً ہر بڑے شاعر اور نقاد نے غالب کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

رام بابو سکسینہ تاریخ ادب اردو میں لکھتے ہیں کہ ''وہ ایک فلسفی شاعر تھے انکی ذہانت کے مختلف پہلو تھے''۔

''غالب ایک فرد نہیں ایک پورے دور کا ترجمان ہے ایک ایسے دور کا ترجمان ہے جو ابھی ختم نہیں ہوا'' (فیض احمد فیض)

دیوان غالب ہندوستان کی الہامی کتاب ہے۔ (عبدالرحمن بجنوری)

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

JOIN FOR MORE!!!

(نظوم: مرکزی خیال)

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

(نظم: حمد)

حوالہ: نظم حمد شاعر ماہر القادری کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔
یہ نظم ان کی کتاب ''ذکر جمیل'' سے ماخوذ ہے۔

تعارفِ شاعر: پاکستان سے تعلق رکھنے والے نامور شاعر، صحافی، محقق، افسانہ نگار اور نقاد ہے ۱۹۰۶ء میں اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ قلمی نام ماہر اصل نام منظور حسین تھا۔ آپ نے اپنی نظموں سے مسلمانانِ دکن میں بیداری پیدا کی۔ علمی جریدے فاران کا اجراء کیا آپ نے اپنی شاعری میں سادگی وسلاست کو جگہ دی۔

JOIN FOR MORE!!

مرکزی خیال: یہ نظام انسان کو دعوت دیتی ہے کہ انسان عقل وشعور کا مالک ہے اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ جمالیات فطرت پر فکر وتدبر کرے۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں مشاہدہ کرے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکے۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں اور یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ وہ عقل کل ہیں اللہ کے وجود کا اقرار کئے بغیر یہ دعویٰ کھوکھلا اور جھوٹا ہے اس بات کا اقرار کہ کائنات اور نظام کائنات کا تخلیق کار اللہ ہے اسی میں معراج اور کامیابی ہے کائنات کی تمام چیزیں اللہ کی قدرت کا مظہر ہیں کائنات کی تمام نشانیوں میں سے ایک ہیں جو اللہ کی تما چیزوں پر غور وفکر کرنے کی دعوت دیتی ہے اپنے رب کی حمد وثناء کرنا اور اس کو ماننا ہی عقل مندی اور کامیابی ہے۔

حروفِ آخر:

مقدور ہمیں کب تیرے وصفوں کے رقم کا
حقا! کہ خدا وند ہے تو لوح وقلم کا

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

نظم "نعت"، حضرت محمد خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تعارفِ شاعر: پروفیسر اقبال عظیم ایک ہمہ جہت شاعر ہیں ان کے کلام میں جذبات کا پُر زور بیان اور زبان کی سادگی پائی جاتی ہے۔ان کے اشعار ان کی فکر گہرائی کا پتہ دیتے ہیں انہیں نعت گوئی اور منقبت میں عبور حاصل ہے۔اپنے منفرد اسلوب بیان اور لفظوں کی چاشنی سے کلام میں جان پڑ گئی ہے۔قاب قوسین آپ کا نعتیہ کلام ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مرکزی خیال:

اللہ تعالیٰ نے النبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک اعلیٰ اور بلند بالا مرتبہ عطا کیا آپ تمام انبیاء ورسول اور مخلوقات عالم میں ارفع واعلیٰ ہیں۔آپ تمام عالم کے سردار ہیں۔آپ سے وابستہ ہر شے پر ذرہ ہر گوشہ ہر شہر اور ہر زمین گلیاں اور خاک بھی معتبر و محترم ہیں۔آپ کی رحمت کا سایہ تمام عالم پر چھایا ہوا ہے۔آپ سے وابستگی کی بنیاد پر آپ کے غلام آپ کے شہر میں کھینچے چلے آتے ہیں۔آپ ﷺ کے روضہ مقدس پر سلام پیش کرنے آتے ہیں۔

شاعر اقبال عظیم اس نعت میں آقائے دو عالم ﷺ سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ان کے جذبات ان کے الفاظ سے عیاں ہیں آپ کے شہر کی مٹی بھی خاکِ شفا ہے آپ ﷺ کی عظمت اور آپ ﷺ کا مقام بیان کرنا کسی کے بس میں نہیں وہ کلمات وجذبات نہیں تو آپ سے محبت وعقیدت کو بیان کر سکے ہمیں چاہیے کہ ہم آپ کو آخری نبی تسلیم کرتے ہوئے آپ کی محبت سے اپنے دل کو منور کریں تا کہ ہم دین ودنیا میں کامیاب ہو سکیں۔

مہر سے مملو ریشہ ریشہ، نعت امیر اپنا ہے پیشہ
ورد ہمیشہ رہتا ہے اکثر، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴿یارب چمن نظم کو گلزارِ ارم کردے﴾

سوال: چمن نظم سے شاعر کی کیا میراد ہے؟

جواب: چمن نظم سے شاعر کی مراد ان کی شاعری ہے۔

سوال: اس نظم میں کون کون سی تراکیب استعمال ہوئی ہے۔

جواب: اس نظم میں مندرجہ ذیل تراکیب استعمال ہوتی ہے۔

درِمقصود۔ درج دہاں، کانِ ملاحت، درِ یکتا، اقلیم سخن قبِ شمالی، نظم ثریا۔

JOIN FOR MORE!!!

سوال: شاعر اس مرثیے میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگ رہا ہے۔

جواب: اس نظم میں شاعر اپنے کلام میں قدرت، لطافت اور ندرت مانگ رہا ہے تا کہ وہ بہتر انداز اور ہر جوش انداز میں اپنے کلام کو بیان کر سکے ان کے اشعار کو جنت کا باغ کی طرح تر و تازہ رکھے۔ ان کی عام شاعری کو اپنے خاص فضل عطا کر کے اس کا فیض عطا کر دے انہیں گمنامی سے نکال اور ناموروں شامل کر دے سے ان کی نظم کی بادشاہت اس وقت تک قائم رکھ جب تا ک سورج کی روشنی ہے۔ اللہ ہر جگہ تیری رعنائی ہے۔ ہر شے حتی کہ بلبل بھی تیری حمد و ثناء کرتی ہے۔ تو بھی مجھے میری محنت کا اجر دے۔

سوال: بیان میں وضاحت کب پیدا ہوتی ہے؟

جواب: بیان میں وضاحت موضوع الفاظ کے استعمال سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسے الفاظ جو وسیع معنی رکھتے ہیں۔ جو فصیح ہو بامعنی اور سادہ ہو کہ قاری کو سمجھ آجائے اور اس کے دل پہ اثر کرے۔

سوال: اس نظم کے کسی ایک بند میں یا سے لا فاظ کی نشان دہی کیجیے جن میں معنوی تعلق ہو۔

جواب: اس نظم کے پہلے بند میں الفاظ کے درمیان معنوی تعلق پایا جاتا ہے۔ خشک زراعت، گلزار ارم۔

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

سوال: کائنات کے کن مظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی "فیض کا میداد ہے"۔

جواب: کائنات میں چاند، سورج، ستارے، پیاز، چشمے، آبشار، ندیاں، درخت، چرند اور پرند سب اللہ ہی کے فیض کا پیدا ہیں۔

سوال: اس مرثیے میں مبالغے کی چند مثالیں تلاش کیجیے۔

جواب: اس مرثیے کے آخری بند میں مندرجہ ذیل مبالغے کی مثالیں شامل ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں چشمے کو سمندر سے ملادوں، ذرے کی چمک کو چاند کی مہک سے ملانا، پانی کے قطرے کو چمکدار موتی سے ملانا خار کی نازکی کو تازہ پھولوں سے ملانا۔

حوالہ:

نظم "یارب چمن نظم کو گلزارِ ارم کردے" میر انیس ایک مرثیے کا ابتدائی حصہ ہے اس کو چہرہ کہا جاتا ہے اس مرثیے میں انہوں نے حضرت امام حسینؑ اور جانثارانِ اسلام کی شہادت اور قربانیوں کا ذکر کیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

تعارفِ شاعر: میر انیس کا اصل نام میر ببر انیس تھا۔ مرثیہ کے میدان میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے جوش بیاں اور موضوع پر قدرت جذبات کی ترجمانی اور مناظر کی عکاسی میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتے۔

مرکزی خیال:

اس نظم میں وہ میدانِ کربلا کے منظر کی عکاسی کر رہا ہیں۔ یہ نظم ان کے مرثیے کا ابتدائی حصہ ہے جیسے چہرہ کہا جاتا ہے اس کے لئے انہوں نے تشبیہات استعارات اور ندرت کمال سے کام لیا ہے۔ واقعات کا بیان تسلسل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے شاعری میں عربی و فارسی الفاظ استعمال کیا ہے اور اپنے زور بیاں پیدا کیا ہے اس میں اثر پیدا ہونے کے لئے وہ اللہ سے دُعا گو ہیں تا کہ اس نظم کو پر اثر بنایا جا سکے اور واقعات کو پر اثر بنا سکے جو قاری کے دل پر نہ اثر کر سکے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴿نظم: داستان تیاری میں باغ کی﴾

حوالہ نظم: یہ نظم میر حسن کی مثنوی سحر البیان سے اقتباس ہے جس میں ۲۱۷۹ اشعار ہیں اس میں بادشاہ، وزیر، شہزادے اور شہزادیوں کی کہانیاں ہیں جس کے اہم کرداروں میں شہزادہ بے نظیر، شہزادی بدر منیر شامل ہیں اس قصے میں باغ کی تیاری کا منظر کھینچا گیا ہے۔

حوالہ شاعر: میر غلام حسن معروف بہ میر حسن ۱۷۲۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی اور کلام بھی ان کو دکھایا۔ انہوں نے میر ضیاء الدین، میر تقی میر اور سودا سے فیض حاصل کیا ان کا انداز دلفریب تھا۔ انہیں انسانی نفسیات کا شعور تھا۔

JOIN FOR MORE!!!

مثنوی: مثنوی عربی زبان کا لفظ ہے یہ مثنیٰ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی دو دو کیا گیا، دو دو کے ہیں وہ نظم جس کے ہر شعر کا قافیہ الگ الگ ہو لیکن ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں مثنوی کہلاتی ہے۔ مثنوی فارسی سے اردو میں آئی اردو میں دکنی دور سے مثنوی کا آغاز ہوا۔

مرکزی خیال: میر حسن کی یہ نظم ان کی مثنوی "سحر البیان" سے ماخوذ ہے اس مثنوی کی وجہ سے میر حسن اردو میں ایک لافانی مقام رکھتے ہیں شہزادہ بے نظیر نے ایک نہایت حسین و جمیل باغ ترتیب دیا جس کا یہ مکمل منظر نامہ ہے میر حسن نے اپنے دلفریب انداز سے پڑھنے والے کو خیال کی دنیا میں پہنچا دیا ہے ہر جگہ محاکات سے کام لیا ہے۔ اپنے زمانے کے معاشرے کی تصویر کھینچی ہے۔ شستہ اور بامحاورہ زبان استعمال کر کے اسے ایک بیش قیمت سرمایہ بنا دیا۔

داستان تیاری میں باغ کی (مثنوی)

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
مقیش	سونے اور چاندی کا تار	لخلخہ	قندیل
در	دروازہ	مشام	دماغ
زرنگار	وہ کپڑا جس پر سونے کا	سروسہی	سرو کا وہ پیڑ جو سیدھا کھڑا رہتا ہے
زربفت	سونے اور ریشم کے تاروں سے بنا کپڑا	نسترن	سفید گلاب جو خوشبودار ہوتا ہے
زہ	کنارہ	محال	-

DHAKA COACHING CENTRE

﴾نظم ''چپ کی داد''﴿

مرکزی خیال:

تعارفِ شاعر:

حالی کی شاعری کا آغاز روایتی غزل سے ہوا ان کے اشعار میں اعتدال۔ بے تکلفی ترجم اور روانی پائی جاتی ہے حالی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے اردو شاعری کے اس باب کو عملی طور پر تبدیل کیا اس کو زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق ڈھالا اردو ادب کو نظم کی شکل میں ایک نئ صنف سخن دی۔ شعوری طور پر ادب اور سماج کا رشتہ جوڑنے کی کوشش کی۔

JOIN FOR MORE!!

مرکزی خیال:

نظم چپ کی داد کا موضوع خواتین ہے جس میں شاعر نے مسلم معاشرے میں عورت کے کردار اور اس کی اہمیت کو بیان کیا ہے جو ہر رشتے میں زندگی میں مٹھاس پیدا کرتی ہے جو جینے کی تحریک ہے۔ جو گھر کا سب سے اہم ستون ہے۔ جو عزم و محنت کی مثال ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں تعاون اور خیر کی ضمانت ہے جس سے تصویر کائنات میں رنگ ہے جو ہر رشتے میں خیر و برکت کا باعث ہے جس کی ثابت قدمی گھر کے ویرانی و وحشت و جنت میں بدل دیتی ہے جس کی فطرت شرم و حیا اور لحاظ پر مبنی ہے جو ہر رشتے میں قابل احترام اور قابل افتخار ہے جو وفا کا پیکر ہے تو عزت کا بلند وارفع مینار ہے جس کی فطرت شرم و حیا مہر و وفا اور صبر و رضا جس کا وصف ہے معاشرے میں ہر دور اور ہر شعبے میں بسنے والی عورتوں کی مختلف صفات کو بیان کرتے ہوئے شاعر نے اس کی عظمت کو سلام پیش کیا ہے۔

حرفِ آخر

محبت کے لئے آیا ہوں میں دنیا کی محفل میں
محبت خون بن کر لہلاتی ہے میرے دل میں
محبت ابتداء میری محبت انتہا میری
محبت سے عبارت ہے بقاء میری فنا میری

DHAKA COACHING CENTRE

﴿نظم "مردِ مسلمان"﴾

تعارفِ شاعر:

حکیم الامت، شاعرِ مشرق علامہ اقبال کی شاعر عالم اسلام کی ترجمان ہے جہاں خطیبانہ لہجہ میں عالمگیری پیغام ملتا ہے جو مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کا پیغام دیتے ہیں آپ کی شاعری میں خیالات کا تسلسل اور فلسفہ اور پیغام نظر آتا ہے آپ نے تعمیری مسائل کو اپنا موضوع بنایا اپنی شاعری سے انسانی تعمیر کا کام لیا آپ نے اپنی شاعرانہ صلاحیتیں مسلم امت کی بیداری کے لئے وقف کیے۔

JOIN FOR MORE!!!

منکر اسلام شاعر مشرق شاعر حیات زندگی کا ایک صحت منداور جرات آموز تصور پیش کیا۔

مرکزی خیال:

شاعر مشرق علامہ اقبال کی یہ نظم مسلمان مردِ مومن کے گرد گھومتی ہے۔ جو مسلم معاشرے کا محور و مرکز اور امیدوں کا منبع ہے ان کے نزدیک مردِ مومن یا انسان کامل وہی ہے جو پاکباز طاقتور، صاحبِ نصیرت عاقل، تجربہ کار، دنیا کی ہر خواہش سے بے نیاز اور اخلاق حسنہ کا نمونہ اور باطل قوتوں کے خلاف برسرِ پیکار ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کے سامنے ایمان جز اور اطاعت رسول ﷺ لازمی ہے اس کامل انسان کی تکمیل عشقِ خداوندی کے ذریعے ہوتی ہے وہ اپنی انفرادی خوبیوں کی بناء پر ایک نئی دنیا تخلیق کرتا ہے جو خودی کی ترقی کی آخری منزل ہے۔ اس مضبوط ایمان کی قوت سے مالا مال ہوں اپنی انفرادی صلاحیت و وصف کو جانتا ہو اور اس سے اپنے آپ کو اور لوگوں کو فیض پہنچاتا ہو جو کہ اعلیٰ و ارفع بناتی ہے جو کہ اس کو بلند مقام مرتبے پر فائز کرتی ہے جو اپنی دین و دنیا کو سنوارے اس کائنات کو تسخیر کرے حقیقت میں مردِ مسلمان کی صفات مسلمانوں کے عروج کا بھی سبب بنیں ہر مسلمان میں وہ بحیثیت انسان ان خوبیوں کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں۔

آبِ رواں کبیر تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴿نظم: نوائے سروش﴾

تعارفِ شاعر:

احسان دانش: احسان دانش خود کو مزدور کہنے پر فخر کرتے ہیں ان کی شاعری کا مقصد تفنن طبع نہیں بلکہ وہ مزدوروں، کسانوں اور دیگر ستم سدہ لوگوں کو خوابِ غفلت سے جگانے کے لئے حریت کی بلندیوں سے آواز دیتے ہیں انہوں نے دورِ حاضر کی تاجرانہ ذہنیت پر بھرپور طنز کیا ہے۔ ان کی نظموں میں فطرت کی طرف گہری نظر اور نکتہ اس طبیعت کو ملتی ہے وہ اردو شاعر کے ایک ممتاز مقام پر فائز ہیں۔ نظم گوئی میں وہ جوش کے بعد اس دور کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ ان کی نظموں میں جوش، ولولہ اور عزم و ہمت موجود ہے۔ ساتھ ہی دینی اقدار اور مشرق روایات کا رچاؤ بھی ملتا ہے۔

JOIN FOR MORE!!

مرکزی خیال:

اس نظم میں شاعر لوگوں کو عزم و ہمت کا سبق دیتے ہوئے کہتے ہیں اپنی فکر کے چراغ روشن کر کے اندھیروں کو ختم کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے منزل کتنی ہی کٹھن اور دشوار کیوں نہ ہو منزل کی پرواہ کئے بغیر اپنا کام مثبت انداز میں کرنا چاہیئے مایوسی کس قدر ہی کیوں نہ ہو امیدوں میں بدل جاتی ہے۔ امیدوں کے چراغ کو روشن رکھتے ہوئے تدبیر اور تقدیر کو ہمراہ لئے سفر طے کریں۔

اتحاد و اتفاق میں ہی کامیابی مضمر ہے لہٰذا کمال و ہنر مندی یہ ہے کہ قافلے کی صورت رستہ طے کرتے ہوئے منزل تک پہنچا جائے۔
اپنی صلاحیتوں کا احساس کریں تاکہ اپنی شخصیت کی تعمیر ممکن ہو اور ملک و قوم کی فلاح و ترقی کا باعث بنیں لوگوں کو مایوسی کے اندھیروں سے نکال کر ترقی کے راستے پر لگا دیں۔

قوموں کی ترقی، تعمیر اور خوشحالی میں اتحاد و اتفاق ہی وہ قوت ہے جو مسلسل کامیابی تک لے جاتی ہے۔ زندگی میں خود کامیاب ہونا کوئی ہنر نہیں ہنر تو جب ہے کہ کارواں منزل تک پہنچے کامیابی کے لئے عزم و ہمت کے ساتھ ساتھ تدبیر اور اتحاد بھی ضروری ہے۔

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

تو اسے پیمانہ امروز فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم رواں ہر دم جواں ہے زندگی

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

رباعیات

رباعی لفظ ربع سے مشتق ہے جو عربی زبان کا لفظ ہے اس کے لغوی معنی چار کے ہیں شعری اصطلاح میں رباعی اس صنف سخن کو کہا جاتا ہے جس کے چار مصرعوں میں پورا مضمون خوبصورتی سے بیان کیا جائے اس صنف سخن کے لئے دیگر اصطلاحات بھی استعمال کی جاتی ہیں جیسے ترانہ، دوبیتی، چہار بیتی وغیرہ عام طور پر اس میں اخلاقی اور نصیحت آموز مضامین بیان کیئے جاتے ہیں۔

رباعی (میر انیس)

نافہم سے کب دادِ سخن لینا ہوں
دشمن ہو کہ دوست سب کی سن لیتا ہوں
چھپتی نہیں بوئے دوستان یک رنگ
کانٹوں کو ہٹا کر پھول چن لیتا ہوں

JOIN FOR MORE!!!

مشکل الفاظ	معنی
ا۔ نافہم	کم عقل
۲۔ دادِ سخن	تعریف و تحسین
۳۔ بوئے دوستان	دوستی کی خوشبو
۴۔ یک رنگ	مخلص

تعارفِ شاعر:

میر انیس خاندانی شاعر ہیں انہوں نے کم عمری کے زمانے سے ہی شعر کہنے شروع کر دیے اور جلد ہی کمال کی بلندیوں پر پہنچ گئے آپ کا ذخیرہ الفاظ وسیع انداز میں پر تاثیر ہے۔ جذبات نگاری کردار نگاری اور منظر نگاری کے آپ بادشاہ ہیں آپ کے کلام کی رباعیات میں خصوصی طور پر صوفیانہ، اخلاقی اور حکیمانہ مضامین پائے جاتے ہیں آپ آج بھی اقلیم سخن کے بادشاہ ہیں۔

موضوع: تعریف وہ اچھی ہے جو سمجھدار اور قابل آدمی سے ملے۔

DHAKA COACHING CENTRE

وضاحت:

اس رباعی میں میر انیس فرماتے ہیں کہ تعریف کسے اچھی نہیں لگتی لیکن تعریف وہ اچھی ہوتی ہے جو عقل منداور سمجھدار آدمی کرے جس کی تعریف خوشبودار پھول کی مانند ہوتی ہے۔ بیوقوف اور ناسمجھ کی تعریف اس دشمن کی مانند ہوتی ہے جس میں کانٹے لگے ہوتے ہیں۔ میں کانٹے ہٹا کر پھول چن لیتا ہوں عقل مند سوچ سمجھ کر تعریف کرتا ہے اس لئے مجھے اس کی تعریف اچھی لگتی ہے۔

﴿رباعی: امجد حیدرآبادی﴾

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو
منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو
بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

JOIN FOR MORE!!!

تعارف شاعر:

امجد حیدرآبادی کا اصل نام سیّد احمد حسین اور تخلص امجد تھا۔ حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے اردو فارسی کے رباعی گو شاعر ہے حکیم الشعراء کے نام سے جانے جاتے ہیں ایک مدت تک غزل و نظم کہتے رہے بعد ازاں رباعی کو اظہار خیال کا ذریعہ بنایا۔ حقائق عالم فلسفہ حیات، اخلاقیات، مضامین تصوف کو رباعی کے پیرایے میں بیان کیا۔

موضوع:

عطا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

وضاحت:

اس رباعی میں شاعر یہ تلقین کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام ضروریات وحاجات کو پورا کرنے والا ہے۔ اس ذات مسبب الاسباب ہے وہ تمام چیزوں اور حالتوں و کیفیات کا سب پیدا کرنے والا ہے۔ تمام اسباب کا پیدا کرنے والا وہی ہے اس لئے اس کے سامنے عجز و عاجزی اختیار کرتے ہوئے اسی سے ہر چیز مانگنی چاہئے وہ تمام حاجات پوری کرنے والا ہے اس لئے ہاتھ اسی کے سامنے پھیلانا چاہیئے جو اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے اس سے مانگے وہ اُسے بھی دیتا ہے اور جو غیر ذات سے مانگے درحقیقت وہ اس کو بھی عطا کر رہا ہے اس لئے ہر کام کے پایہ تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا چاہیئے اسی کی خوشامد کرنی چاہئے اسی کی منت وسماجت کرنی چاہئے لہٰذا ہمیں اپنے رب سے ہی مانگنا چاہیئے۔

DHAKA COACHING CENTRE

﴿رباعی: جوش ملیح آبادی﴾

دنیا میں ہیں بے شمار آنے والے
آتے ہی رہیں گے روز جانے والے
عرفانِ حیات مبارک ہو تجھ کو
اے شدتِ غم پہ مسکرانے والے

تعارفِ شاعر:

اقبال کے بعد جوش سب سے بڑے نظم گو شاعر ہیں ان کا تعلق لکھنؤ کے اسکول سے ہے لیکن انہوں نے اس کے عام مزاج سے ہٹ کر مختلف راستہ اختیار کیا آپ کی شاعری ایسے ماحول میں پروان چڑھی جو سیاسی کشمکش کا دور تھا۔ آپ شاعر شباب بھی ہیں اور شاعر انقلاب بھی آپ کی شاعری میں وسعت بھی ہے حسن و جمال بھی آپ کے کلام میں بے باکی ہے جرأت ہے اور مناظرِ فطرت کی خوبصورت عکاسی بھی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

موضوع:

زندگی ایک سفر ہے اور سفر کی مشکلات کو جھیلتے ہوئے ہی منزل پر پہنچا جا سکتا ہے۔

وضاحت:

اس رباعی میں شاعر کا کہنا ہے کہ دنیا ایک سفر مسافر خانہ ہے۔ ہم سب مسافر ہیں جو زندگی کا سفر طے کر رہے ہیں یہاں لوگوں کا آنا جانا لگا ہے اصل میں کامیاب وہ ہے جو اپنے مقصد کو پہچان گیا اور آنے والی تکالیف و مصائب کو جھیل گیا۔ ثابت قدم رہا اور ڈٹا رہا اور اپنے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴾رباعی: حب الوطن (صادق دہلوی)﴿

جلوہ ہو تو سورج کی کرن ہی میں رہو
تم پھول اگر ہو تو چمن ہی میں رہو
ہر لمحہ رہے یاد وطن حب وطن
پردیس میں رہ کر بھی وطن ہی میں رہو

موضوع:

وطن کی محبت فطرت کا حصہ ہے۔

JOIN FOR MORE!!

تعارفِ شاعر:

صادق دہلوی کا اصل نام سیّد صادق حسین نقوی ہے ممتاز ماہر تعلیم، ادیب اور شاعر ہیں رباعی کی خصوصیات کو سامنے رکھتے ہوئے مسائل حیات کو اپنا موضوع بنایا دینی، اخلاقی حکیمانہ خیالات کو رباعی میں جگہ دی آپ کے کلام میں فکر وفن کی سادگی وپرکاری نظر آتی ہے۔

تشریح:

وطن سے محبت ایک فطری اور طبعی تقاضہ ہے وطن جو شناخت کا باعث ہے جس سے نام، دولت، شہرت و شناخت ملتی ہے۔ اس کی محبت کا صحیح اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان اپنے وطن سے دور پردیس میں زندگی گزارتا ہے۔ وہاں وطن کی محبت اسے بے چین اور بے قرار رکھتی ہے۔ اسے اپنے ملک کی ایک ایک شہر یاد آتی ہے وطن کی محبت کا تقاضہ ہے کہ جس طرح سورج کی کرنیں اپنا جلوہ دکھاتی ہیں پھول جس طرح چمن میں اچھے لگتے ہیں اسی طرح چاہے پردیس میں ہی کیوں نہ ہوں اپنے وطن کی محبت دل میں رہنی چاہیئے وطن سے اپنا رشتہ کبھی نہ توڑے یہی وطن کی محبت کا تقاضہ ہے۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایۂ دار راہ میں ہے

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴾قطعات علامہ اقبال﴿

اسی قرآن میں ہے اب ترکِ جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر
تن بہ تقدیر ہے آج ان کا عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو نا خوب، بہ تدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

JOIN FOR MORE!!!

قطعہ کی تعریف:

قطعہ کے لغوی معنی ٹکڑے کے ہیں اصطلاحی معنوں میں ایسے چند اشعار کے مجموعے کو قطعہ کہا جاتا ہے جو ایک ہی مضمون پر مشتمل ہوں قطعہ کے تمام اشعار کے مصرعہ ہائے ثانی ہم قافیہ ہوتے ہیں قطعہ ایک صنفِ شاعری ہے۔ جس میں قوافی کی ترتیب غزل کے مطابق ہوتی ہے لیکن اس میں مطلع نہیں ہوتا قطعہ کے لئے دو اشعار کا ہونا ضروری ہے۔

تعارف شاعر:

ترجمانِ حقیقت، حکیم الامت، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کو زمانہ شاعرِ مشرق کے لقب سے جانتا ہے علامہ محمد اقبال شاعری کے ایک درس علم، ایک پیغام، ایک دعوت فکر ہے، جس میں زبان وبیان کا حُسن طرزِ ادا کی جدّت اور شعری محاسن اعلیٰ پیمانے پر موجود ہیں، ان کے خیالات کی سطح انتہائی بلند کلام میں بے پناہ اثر اور روانی ہے زبان پر انھیں مکمل عبور ہے۔ تراکیب اور تشبیہات کے بادشاہ ہیں۔ آپ کی شاعری میں شاہین نوجوانوں کا استعارہ ہے اور پرواز مسلسل جدوجہد کا۔ علامہ اقبال نے بچوں کے لیے بھی عمدہ نظمیں لکھیں۔ شاعروں کی آنے والی کئی نسلیں اقبال کے اثرات سے آزاد نہیں ہوسکیں گی۔

مرکزی خیال:

غلامی انسان کا مزاج بدل دیتی ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

تشریح:

اس قطعے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ اے لوگوں تمہارے لیے قرآن ہی ہدایت کا ذریعہ ہے جس میں ایک مقام پر انسان کو ترک جہاں کا مشورہ دیا گیا ہے۔اس کا مطلب دنیاوی کواہش اور چکا چوند سے آگے نکل کر اپنے اپ کو اشرف المخلوقات کی حیثیت سے پہچاننا ہے لیکن افسوس کہ آج یہی مسلمان خدا کی خوشندوی کا راستہ چھوڑ کر اپنا اصل گنوا بیٹھے ہیں رفتہ رفتہ چیزوں کی شکل بدلتی جارہی ہے کل جو باتیں ناپسندیدہ تھیں رفتہ رفتہ پسندیدہ ہوگئی ہیں اُس کی وجہ یہ ہے کہ غلامی میں رہتے رہتے قوم کا مزاج بدل گیا اور بیشتر اس غلامی کو ہی اپنی تقدیر سمجھ لیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

رئیس امروہوی پیدائش ۱۹۱۴ء وفات ۱۹۸۸ء

(مہک)

گھنگھو رگھٹا کہاں کہ فی الحال
اڑتا ہے غبار سا ہوا میں
سنتے ہیں کہ آرہی ہے برکھا
ساون کی مہک نہیں فضا میں

JOIN FOR MORE!!

تعارف شاعر:

اردو کے نامور شاعر اردو ادیب رئیس امروہوی کی کا اصل نام سید محمد مہدی تھا۔ وہ امروہہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد علامہ سید شفیق حسن ایلیا بھی ایک خوش گوشاعر اور عالم انسان تھے۔ رئیس امروہوی کی عملی زندگی کا آغاز صحافت سے ہوا۔ قیام پاکستان سے قبل وہ امروہہ اور مرادآباد سے نکلنے والے کئی رسالوں سے وابستہ رہے۔ قیام پاکستان کے بعد انھوں نے کراچی میں سکونت اختار کی اور روزنامہ جنگ کراچی سے بطور نگار اور کالم نگار وابستہ ہوگئے، اس ادارے سے ان کی یہ وابستگی تا عمر جاری رہی۔ رئیس امروہوی کے شعری مجموعوں میں الف، پس، غبار، حکایت نے، لالہ صحرا، ملبوس بہار، آثار اور قطعات کے چار مجموعے شامل ہیں جبکہ نفسیات اور مابعد الطبیعات کے موضوعات پر ان کی نثری تصانیف کی تعداد ایک درجن سے زیادہ ہے۔ رئیس امروہوی کراچی کے قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔

مرکزی خیال:

خوشی کا زمانہ بہت دور ہے۔

تشریح:

اس قطعے میں رئیس امروہوی فرماتے ہیں کہ ہم جس خوشی کے زمانے کا انتظار کر رہے ہیں وہ فی الحال کہیں نظر نہیں آتا۔ مسائل کا ایسا غبار ہمارے سامنے ہے جس نے ہماری نگاہ کا راستہ روک لیا ہے۔ ہم صرف سنی سنائی باتوں کے اثر میں رہتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی کہ جیسے برسات کی آمد کا اعلان تو ہو لیکن فضا اُس کی خوشبو سے محروم ہو ہمیں بھی اچھے وقت کی خبریں تو بہت ملتی ہیں لیکن اچھے وقت کا یا خوشیوں کا مکان دکھائی نہیں دیتا۔

DHAKA COACHING CENTRE

﴿نظم: سائیڈ افیکٹس﴾

سوال: اس نظم کا مرکزی خیال بتایئے۔

مرکزی خیال:

اس نظم میں شاعر انور مسعود نے جدید طریقہ علاج پر تنقید کی ہے اور اس علاج کے بعد پیدا ہونے والی دلچسپ صورتِ حال کو نہایت عمدہ انداز میں بیان کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس جدید طریقہ علاج کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس سے فوراً آرام آ جاتا ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے آدمی کے دیگر بہتیری سی بیماریوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

	الفاظ	معنی		الفاظ	معنی
۱۔	تبخیر	گرمی کی شدت / بخار	۲۔	نسیان	بھولنے کی عادت
۳۔	ثقلِ سماعت	کم سنائی دینا	۴۔	دیدہ	آنکھ

مرکزی خیال:

انور مسعود کی یہ نظم ایک نہایت عام سی اصطلاح سائیڈ افیکٹس کے گرد گھومتی ہے۔ یہ اصطلاح دراصل ہمارے یہاں مغربی دواوں کے ساتھ آئی ہے۔ جس کا مسئلہ یہ ہے کہ ایلو پیتھک طریقہ علاج کے ہر دوا اپنے فائدے کے ساتھ ساتھ انسانی صحت کے لیے کچھ نقصانات بھی رکھتی ہے جو اُس دوا کے ڈبے میں موجود پرچے پر لکھے ہوتے ہیں۔ اگر نقصانات کو پڑھ لیا جائے تو انسانی ذہن اس قدر پریشان ہو سکتا ہے کہ وہ دوا کے استعمال کا ارادہ ہی ترک کر دے۔ اسی

ہیجان انگیزی کو انور مسعود نے اس نظم میں مختلف زاویوں سے پیش کیا ہے۔

قطعات

۱۔	نہاں	چھپا ہوا	۲۔	تدریج	آہستہ / درجہ درجہ
۳۔	برکھا	برسات	۴۔	گھنگھور	نہایت سیاہ / گہرا بادل / خوف

ناک

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴿نظم: پیامِ لطیف (اُردو ترجمہ)﴾

تعارفِ شاعر

: شاہ عبدالطیف بھٹائی برصغیر پاک و ہند خصوصاً سندھ کے ایک عظیم صوفی شاعر ہیں انہوں نے اپنی شاعری کو دینِ اسلام کی تبلیغ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو اجاگر کرنے کے لئے استعمال کیا۔ ان کا تعلق ہالا شہر سے تھا وہ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنایا۔

JOIN FOR MORE!!

مترجم کا تعارف:

پروفیسر آفاق صدیقی سندھی ادب کے کئی شہہ پاروں کو اردو میں ترجمہ کر چکے ہیں۔

مرکزی خیال:

شاہ عبدالطیف بھٹائی اس نظم میں اللہ تعالیٰ کی کئی صفات بیان کر رہے ہیں کہ وہ اعلیٰ علیم و ارفع ہے علم رکھنے والا ہے وہ ہر شے پر قادر ہے اس کی قدرت ہر چیز پر ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کائنات کی ہر چیز اس پر حمد و ثناء کرتی ہے مالکِ کائنات ہے۔ لہٰذا انسان کو اس کی ذات پر اپنا ایمان مضبوط رکھنا چاہیئے اس کے محبوب حضرت محمد ﷺ سے ہی محبت کرنی چاہیئے اور ان کی اطاعت گزاری کرنی چاہیئے وہی دینے والا ہے اُسی سے مانگنا چاہیئے وہ واحد ہے اس نے اپنے احکامات کو ماننے کا حکم دیا تا کہ سیدھی راہ اختیار کرتے ہوئے انسان اس کے وعدہ کیے ہوئے انعامات کو حاصل کر سکے لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ اس کے احکامات کے مطابق اپنے نفس کو ڈھال لیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آسانی و دشواری دونوں رکھی ہے لہٰذا وہ لوگ آسانی اور عیش میں زندگی بسر کر رہے ہیں وہ لوگوں کی مشکلات سے واقف بھی ہیں اگر لوگ اپنی عیش پرستی یا دشواری حیات میں مبتلا ہو جائیں تو اس میں گم ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں جبکہ ہمیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا چاہیئے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

مرکزی خیال:

نظم استغاثہ افتخار عارف کی مشہور آزاد نظموں میں سے ایک ہے۔ اس نظم مین شاعر افتخار عارف مایوسی کے ساتھ قوم میں ناپید عفو ودرگزر، آباؤ اجداد کی روایتوں کے ختم ہو جانے کے باعث موجودہ زبوں حالی پر خدا کے سامنے معجزے کے طلبگار ہیں۔ شاعر سمجھتے ہیں کہ اب کوئی معجزہ ہی ان تمام تر بگاڑ کو بہتری کی طرف گامزن کرسکتا ہے۔

بس یہ ہوا کہ اس نے تکلف سے بات کی
اور ہم نے روتے روتے دوپٹے بھگو دیئے

JOIN FOR MORE!!!

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

﴿نظم مشورہ (پروین شاکر)﴾

مرکزی خیال:

پروین شاکر کی آزاد نظم ''مشورہ'' اپنی قوم کی نوجوان بچیوں کے لیے ایک پیغام ہے۔ موجودہ دور میں ہر انسان کہاں اپنے فیصلوں میں آزاد اور خودمختار ہے وہیں یہ خودمختاری بسا اوقات نہ تجربہ کاری کے باعث عمر بھر کا روگ بن جاتی ہے۔ شاعرہ اسی موضوع کو لے کر اپنی قوم کی بچیوں سے مخاطب ہیں وہ جانتی ہیں کہ معاشرہ عورتوں کے معاملے میں حساس ہے۔ اسی حساسیت کے پیش نظر کم سنی ہوئی غلطیاں اور کوتاہیاں ناقابل نقصان کا باعث بنتی ہیں۔ لہٰذا اس عمر میں بچوں بالخصوص بچیوں کو اپنے خواب بنتے وقت معاشرتی اقدار کو ضرور ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔

JOIN FOR MORE!!!

تعارف:

پروین شاکر کی پوری شاعری ان کے جذبات واحساسات کا اظہار ہے۔ ان کے ہاں احساس کی جو شدت ہے وہ ان کی ہم عصر دوسری شاعرات کے ہاں نظر نہیں آتی۔ ان کے پہلے مجموعے میں ایک نوجوان دوشیزہ کے شوخ وشنگ جذبات کا اظہار ہے۔ اس وقت پروین شاکر اسی عمر میں تھیں۔

پروین شاکر کی شاعری کا موضوع محبت رہا ہے لیکن انہوں نے محبت کی جو کیفیات بیان کی ہیں وہ خالصتاً رومانی نہیں ہیں۔ ان کے ہاں نسوانی جذبات اور خاص طور پر دوری کے عمل سے پیدا ہونے والا انتشار موجود ہے۔

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

JOIN FOR MORE!!!

(غزلیات)

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

﴿خواجہ میر درد﴾

غزل:1

شعر: مقدور ہمیں کب تیرے وصفوں کے رقم کا
حقا ! کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

تعارف شاعر:

اردو شاعری میں تصوف کے گلاب مہکانے والے معرفت کی شمعیں جلانے والے، دلوں کو عشقِ الٰہی سے سرشار کرنے والے غزل کو نیا آہنگ عطا کرنے والے اسکی شان اور آن بڑھانے والے سید خواجہ میر جنھیں ہم میر درد کے نام سے جانتے ہیں۔

فنی محاسن: مطلع

مفہوم: انسان میں اتنی طاقت و مجال نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو بیان کر سکے۔

تشریح: اس شعر میں شاعر اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت کو بیان کر رہا ہے جو لامتناہی اور وسیع ہے۔ انسان کی محدود عقل اس کو احاطۂ تحریر میں نہیں لاسکتی نہ انسان میں اتنی سکت و ہمت ہے کہ وہ ان صفات کو سمجھ سکیں۔ علم و عقل کے ماروں نے اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائیں لیکن رازِ قدرت اور صفاتِ الٰہی کو نہ جان سکے۔

مماثل شعر:

تصویر یہ تی ذات کا ہے محال
کسے یہ سکت اور کہاں یہ مجال

شعر ۲: جس مسندِ عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے
کیا تاب گزر ہووے تعقل کے قدم کا

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

مفہوم: انسانی عقل اللہ کی ذات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔

تشریح: یہ شعر اللہ تعالی کی عظمت و کبریائی کو بیان کرتا ہے کہ اللہ کی ذات قادر مطلق ہے۔ اس نے حکمت و قدرت سے تمام چیزوں کو تخلیق کیا۔ اگرچہ انسان دیگر تمام مخلوقات پر افضل حیثیت رکھتا ہے اسے اشرف المخلوقات کا درجہ دیا گیا پھر بھی انسانی علم و عقل محدود ہے اس کی عقل اللہ کی حکمت کو جاننے سے قاصر ہوں۔

مماثل شعر:

پہنچی نہیں عقل انہیں ذرہ وار
تحیر میں ہے دیکھ کر بار بار

نہیں اول کو آخر سے جدائی
ورائے عقل ہے تیری خدائی

JOIN FOR MORE!!!

شعر ۳: بستے ہیں تیرے سائے میں سب شیخ و برہمن
آباد ہے تجھ سے ہی گھر دیر و حرم کا

تشریح: انسان کو توبہ کرنے اور اللہ کی جانب پلٹنے پر مجبور کرتی ہے کہ وہ جہاں گناہ پر غضب ناک ہوتا ہے وہی اس کی مہربانی انسان کو اس کو جانب مائل کرتی ہے انسان اللہ سے ڈرتا ہے لیکن اسی سے مدد طلب کرتا ہے۔

مماثل شعر:

گنہگاروں! چلو، عضوِ الٰہی!!!
بہت مشتاق ہے عرضِ خطا کا

DHAKA COACHING CENTRE

شعر ۵: مانند حباب انکھ تورے درد کھلی تھی
کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دوم کا

فنی حسن: تشبیہ ۔ مقطع

تشریح: شاعر کا کہنا ہے کے یہ زندگے جس پر ہم بہت نازاں رہتے ہیں درحقیقت ناپائیدار اور فانی ہے بلبلے کی مانند یکدم ختم ہوجاتا ہے۔ ہمیں اس زندگی پر کوئی اختیار نہیں کہ یہ سانسوں کی ڈور کبھی بھی ٹوٹ سکتی ہے۔

JOIN
FOR
MORE!!!

مماثل شعر:

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

اے درد جس کی آنکھ کھلی اس جہاں میں
شبنم کی طرح جان کو وہ اپنی رو گیا

فنی حسن: صنعت تضاد، لف فشر، مراعاۃ النظیر

مفہوم: اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے

تشریح: اس شعر میں شاعر ”وحدت ابوجود“ کا نظریہ بیان کرتے ہیں کہ خدا ہر جگہ موجود ہے کائنات میں ہر جا اللہ بستا ہے وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے کائنات اس کے دم سے آباد ہے نظام ہستی اور نظام کائنات کو وہ چلاتا ہے۔ اپنے بنانے والے کی تلاش کو الگ الگ راستے پر گامزن رکھتی ہے۔ کوئی مسجد ہو یا مندر، حرم ہو یا کلیسا ہر جگہ اللہ ہی اللہ ہے یہ کائنات اسی کے نور سے روشن ہے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

مماثل شاعر: مدرسہ یادَ دیر تھا کعبہ یا بت خانہ تھا
ہم سبھی مہمان تھے واں بس تو ہی صاحب خانہ تھا

شعر ۴: ہے خوف اگر جی میں تو ہے تیرے غضب کا
اور دل میں بھروسہ ہے تو ہے تیرے کرم کا

فنی حسن: حسنِ تضاد

JOIN FOR MORE!!

مفہوم: اللہ جبار قہار ہے تو رحیم و کریم بھی ہے۔

تشریح: اس شعر میں شاعر کا کہنا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کے دل میں ایمان ہو اور وہ اللہ سے ڈرتا نہ ہو۔ ہر کوئی اللہ کے غضب وغضب سے ڈرتا ہے لیکن اللہ کی رحم وکرم کی صفت انسان کو اللہ کی جانب مائل کرتی ہے وہ اللہ ہی سے ہر مشکل میں مدد مانگتا ہے

مماثل شعر:
ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

﴿خواجہ میر درد﴾

غزل:2

شعر ا: ارض وسما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

فنی محاسن: مطلع، تلمیح

JOIN FOR MORE!!

مفہوم: انسانی جذبوں کی وسعت کو بیان کیا ہے۔

تشریح: اس شعر مین عشق حقیقی کا بیان ہے اور یہ کہاں ہے کہ کائنات کی کوئی اپنی مخلوقات نہیں ہے جو اللہ کی قدرت کا گہرا احساس اپنے اندر رکھتی ہو۔ اللہ تعالی نے کائنات میں کئی چیزوں اور مخلوقات کو تخلیق فرمایا لیکن انسان کو عقل و علم دے کر کائنات کے تھید سے آگاہ کیا گیا ہے اسے اشرف المخلوقات قرار دے کر اسکی عظمت اور اور اپنی عنایت بیان کیا۔ زمین پر اسے اپنا نائب و خلیفہ مقرر کیا اس کے دل کو وسعت اور صلاحیت عطا کی کہ وہ اللہ کو اپنے اندر محسوس کر سکے۔

اس شعر میں ایک روایتی تلمیح استعمال کی گئی ہے جب اللہ نے کائنات اور تمام کائنات کی چیزیں تخلیق فرمائی تو تمام مخلوقات اور زمین و آسمان کو پلایا گیا۔ انہیں دنیا میں اپنا خلیفہ و نائب بنانا چاہا تو سب نے انکار کیا اللہ نے جب انسان کو یہ پیش کش کی تو اس نے یہ ذمہ داری قبول کی لہذا انسان ے دل کے سوا کسی اور میں یہ وسعت نہیں کہ جس میں اللہ سما سکے۔

مماثل شعر: جگ میں آ کر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی نظر آیا جدھر دیکھا

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

شعر ۲: وحدت میں تیر حرف دوئی کا نہ آسکے
آئینہ کیا مجال! تجھے منہ دیکھا سکے

مفہوم: اللہ تعالیٰ کی یکتائی و وحدانیت کو بیان کیا ہے۔

تشریح: یہ شعر اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کا نہ کوئی شریک ہے نہ کوئی حصّہ دار بلکہ اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ قرآن میں بھی یہ بات بار ہا بیان فرمائی۔ اللہ کی عظمت یہ ہے کہ آئینہ جو ہر شے کا عکس دکھاتا ہے وہ بھی اللہ کا عکس بنانے کی جرات نہیں کر سکی کائنات کی کوئی چیز نہیں جو تیرا عکس پیدا کرے۔

JOIN
FOR
MORE!!!

مماثل شعر: نظر میں دل کی پڑی درد کس پر
جدھر دیکھتا ہوں، وہی روبرو ہے

وحدت نے تیری ہر طرف جلوے دکھا دیئے
ہر دعا تعینات کے جو تجھے اٹھا دیئے

شعر نمبر ۳: قاصد یہ تیرا کام نہیں اپنی راہ لے
اس کا پیام دل کے سوِا کون لا سکے

فنی حسن: کنایہ بعید

موضوع: ہم کسی کو راز داں بنانا گوارا نہیں کرتے

تشریح: یہ شعر حقیقی و مجازی کیفیات کو یکجا کیے ہوئے ہیں شاعر ناصح اور واعظ کو مخاطب کر کے بیان کرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ کے قریب ہیں لہذا عبادت کے زعم میں ان کو اللہ تک رسائی ہے۔ جبکہ یہ اللہ کی توفیق ہے کہ وہ کسی کو اپنا قرب عطا کرتا ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

عشقِ مجازی میں شاعر محبوب کا پیغام لے کر آنے والے قاصد سے مخاطب ہے کہ تُو جو میرے محبوب کا پیغام لے کر آیا ہے اس یں اس نے اپنا حالِ دل اس لئے نہیں لکھا ہوگا کہ تو اس سے آگاہ نہ ہو جائے لیکن اس نے باوجود میں اسکی دلی کیفیات سے اچھی طرح واقف ہوں۔

مماثل شعر: پیامبر نہ میسر ہوا تو خوب ہوا
زبانِ غیر سے شرح آرزو کیا کرتے

شعر نمبر۴: **یہ تیرا کام نہیں اپنی راہ لے**
اس کا پیام دل کے سوا کون لا سکے

JOIN FOR MORE!!!

مفہوم: انسان خدا کی یاد سے غافل ہو نہیں سکتا۔

تشریح: اس شعر میں شاعران تفاخر کرنے والے زاہد عابد سے مخاطب ہیں جو انہیں غافل قرار دیتے ہوئے اپنی عبادت پر فخر و غرور کر رہے ہیں دردان سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اس نمائشی عبادت کا کوئی فائدہ نہیں عبادت کرنے کی توفیق بھی اللہ کے حکم سے حاصل ہوئی ہے اگر تم عابد و زاہد ہو تو اس میں تمھارا کوئی کمال نہیں وصفِ خدا انسان پر اس حد تک قابض ہے کہ وہ کہ اس کی یاد سے غافل و لاپرواہ رہ نہیں سکتا۔

مماثل شعر: سرزد ہم سے بے ادبی تو وحشت میں بھی کم ہی ہوئی
کوسوں اس کی اور گئے، پر سجدہ ہر ہر گام کیا

شعر نمبر۵: **گو بحث کر کے بات بنائی تو کیا حصول**
دل سے اٹھا غلاف اگر تو اٹھا سکے

مفہوم: اللہ کی محبت کو سمجھنا ہے تو اپنے باطن کو پاک کرو۔

تشریح: اس شعر میں شاعر ایسے لوگوں سے مخاطب ہے جو دلیل و منطق سے اللہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ شاعر کہتا ہے کہ اے انسان اگر تو اسی بات پر ایمان رکھتا ہے کہ ایمان الٰہی تیرے دل میں موجود ہے تو تُو سن سنائی بات پر یقین کر کے اللہ کو کیوں مانتا ہے تیرا باطن ابھی

DHAKA COACHING CENTRE

گناہوں سے آلودہ ہے اپنے دل کے اس پردے کو اٹھا اللہ کے ہونے کی گواہی دے نصیحت و دلیل کے بجائے اللہ کو محبت سے سمجھ تو نور کی تجلّی سے اپنے دل کو منور پائے گا۔

مماثل شعر: تو عرب ہو یا عجم ہو، ترا الا الہ الا

نعت غریب جب تک تیرا دل نہ دے گواہی

﴿میر تقی میر﴾

غزل: 1

شعر ا: رہی نگفتہ مرے دل میں داستاں میری

نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری

JOIN FOR MORE!!!

فنی محاسن: مطلع

مفہوم: اس دنیا میں میری بات سمجھنے والا کوئی نہیں۔

تشریح: میر تقی میر کی شاعری محرومی اور مایوسی کی تصویر ہے غمِ جاناں اور غمِ دوراں کے دل کے دکھوں نے شاعری کو مایوسی، غم اور درد کی لے بنا دیا یہ غزل بھی ان کے اسی مزاج کی آئینہ دار ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے دل کی اصل کیفیت کو کبھی بیان نہ کر سکے اور بدقسمتی سے کوئی ایسا شخص نہیں جو میرے دل کی کیفیت کو سمجھ سکے جذبات و احساسات کو جان سکے جو میرا مقام حق تھا وہ نہ مل سکا جس نے میری زندگی میں مایوسی بھر دی گویا دل کی دل میں ہی رہ گئی۔

مماثل شعر: میرے سلیقے سے نبھی میرے محبت

تمام عمر میں ناکامیوں سے کام لیا

میری طرح سے مہ و مہر بھی ہیں آوارہ

کسی حبیب کی یہ بھی ہے جستجو کرتے

DHAKA COACHING CENTRE

شعر ۲: بہ رنگ صوتِ جرس تجھ سے دور ہوں تنہا
خبر نہیں ہے تجھے آہ! کارواں میری

فنی حسن: تشبیہ

مفہوم: میں اپنے قافلے محبوب بچھڑ کر تنہا ہوں۔

JOIN FOR MORE!!!

تشریح: اس شعر میں میر تقی میر کا کہنا ہے کہ میں زندگی کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر نہیں چل سکا جس طرح قافلے میں گھنٹی کی آواز سے ایک دوسرے کی خبر ہوتی ہے اس گھنٹی کی آواز سے سارے قافلے والے متوجہ ہو جاتے ہیں۔ دل میرے دل کی حالت ایسی ہے کہ آج میں اپنے محبوب سے دور ہوں میرا دل قافلے کی گھنٹی بن کر محبوب کو پکار رہا ہے جبکہ وہ اس جانب متوجہ نہیں اس نے میری آہ زاری پر کوئی دھیان نہیں دیا یہ شعر میر کی ناکامیوں کا عکاس ہے۔

مماثل شعر: میری طرح سے ہیں یہ مہ و مہر بھی آوارہ
کسی حبیب کی یہ بھی ہے جستجو کرتے

شعر ۳: اسے سے دور رہا اصل مدّعا جو تھا
گئی یہ عمر عزیز رائگاں میری

فنی حسن: حسنِ تعلیل

مفہوم: زندگی ناکامیوں کی داستان ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

تشریح: اس شعر میں شاعر کا خیال ہے کہ جس بات کو میں اپنی زندگی کا حاصل سمجھتا تھا یعنی محبوب کی محبت اسی میں انہیں ناکامیہوئی۔ گویا ان کی زندگی ناکام رہی اج تک محبوب کے سامنے اظہار محبت ہی نہ کر سکا۔

اگر عشق حقیقی کے تناظر میں یہ شعر دیکھا جائے تو شاعر اس بات پر افسوس کا اظہار کر رہا ہے کہ دنیا میں آنے کا اصلا مقصد بھول کر دنیا کی لذتوں میں مشغول ہوگیا۔ گویا وہ ناکام رہا گویا ہمیں زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق بر کرنا چاہتے۔

مماثل شعر: کٹ گئی احتیاطِ عشق میں عمر
ہم سے اظہار مدّ عا مہ ہو

JOIN FOR MORE!!!

شعر ۴: تیرے فراق میں جیسے خیال مفلس کا
گئی ہے فکرِ پریشاں کہاں کہاں میری

مفہوم: اپنے محبوب کی جدائی پر احساسات بیان کر رہے ہیں۔

تشریح: اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کی جدائی پر اپنے احساسات بیان کر رہے ہیں کہ محبوب کی جدائی اور دوری نے مجھے پریشان کر رکھا ہے ان خیالات کے کئی تکالیف سے دوچار کر رکھا ہے۔ ذہن میں عجیب طرح کے وسوسے اور خیالات جگہ پا رہے ہیں۔

اگر اس شعر کا دوسرا پہلو دیکھا جائے تو یہ شعر عشقِ حقیقی کے رنگ کو بھی بیان کرتا ہے کہ اللہ میں تمام عمر تجھے سمجھنے کوشش کرتا رہا ایک مفلس اور بے علم شخص کی طرح طرح مارا مارا پھرتا رہا لیکن تجھے نہ پا سکا۔

مماثل شعر: تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دنیا میں کیا کیا نہیں ہوتا

DHAKA COACHING CENTRE

شعر ۵: دیا دکھائی مجھے تو اسی کا جلوہ میر

پڑی جہان میں جا کر نظر جہاں میری

مفہوم: اللہ تعالیٰ کی وحدت کا اقرار کیا ہے کہ اس کائنات میں اللہ کے سوا کوئی ہستی وجود نہیں۔

فنی حسن: مقطع۔

تشریح: پیشِ نظر شعر میں شاعر اپنی کیفیات کی ترجمانی کر رہا ہے کون و مکان کی وسعتوں میں صرف ایک ہی ہستی جلوہ فرما ہے۔ اور صرف ایک ہی معبود کا نور پھیلائے ارض و سما کا ہر ذرہ جمال نور خداوند کا مظہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں جہاں نظر اٹھاتا ہوں مجھے تیرا ہی جلوہ نظر آتا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر: جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا

تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

(میر تقی میر)

غزل: 2

شعر ا: تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا

خورشید میں بھی اس ہی کا ذرہ ظہور تھا

فنی خوبی: مطلع، صنعت تجنیس

مفہوم: دنیا میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا نور ہے۔

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ اس کائنات میں جتنا نور ہے وہ اللہ کے نور سے لیا گیا ہے کہ کائنات کی سب سے روشن چیز سورج بھی اللہ کے نور سے چمکتا ہے۔ یہاں صوفیانہ نظریہ وحدت الشہود کا نظریہ ہے کہ دنیا کی ہر شے میں اللہ کی عکس ہے یا ہر شے میں وہ دکھائی دیتا ہے اور

DHAKA COACHING CENTRE

میں دنیا میں جہاں جہاں نظر اٹھاتا ہوں۔ مجھے صرف اللہ ہی کی ذات دکھائی دیتی ہے۔

مماثل شعر: جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

شعر ۴: **منعم کے پاس قاقم و سنجاب تھا**
اس رند کی بھی رات گزر گئی جو عور تھا

JOIN FOR MORE!!!

فنی خوبی: تضاد

مفہوم: غریب کی زندگی بھی جیسے تیسے کٹ جاتی ہے۔

تشریح: اس شعر میں شاعر نے گردشِ ایام کا فلسفہ بیان کیا ہے وقت چاہے اچھا ہو یا بر اسختی کا ہو یا خوشی کا امیر ہو یا غریب کا وقت ہے گزر ہی جاتا ہے۔ دولت عیش و آرام سے اپنے گھر میں چین سے ہوتا ہے فقیر بھی بے چین ہی لیکن رات اسکی بھی کٹ جاتی ہے۔ گویا ہمیں دنیاوی آسائشوں کے پیچھے بھاگنے کے بجائے زندگی کے حقیقی مقصد کو سمجھنا چاہیے۔

مماثل شعر: اپنے محروم آرزوؤں پر
دیر تک روکر سو گیا ہے شباب

شعر ۵: **کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو آ گیا**
یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا

فنی خوبی: کنایہ

DHAKA COACHING CENTRE

مفہوم: روح کے بغیر جسم بے معنی ہے گردشِ ایام کا ذکر ہے۔

تشریح: اس شعر میں شاعر گردش ایام کا ذکر کر رہا ہے انسان چاہے کتنا بھی طاقت عظیم اور بلند ہوا سے کبھی نہ کبھی زوال کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی طرح انسانی جسم بھی بے ثبات ہے۔ جب روح جسم سے نکل جائے تو اسکی کوئی حیثیت نہیں رہتی کل جب میں قبرستان گیا اور میرا پاؤں کی انسان کی کھوپڑی سے ٹکرایا میں توجہ کی تو دیکھا اسی ہڈیوں کا ڈھانچہ ٹوٹ پھوٹ چکا تھا جس سے انسان کی ناپائیداری کا احساس ہوا جو زندگی میں کسی کو اپنی طاقت کے گھمنڈ میں خاطر میں نہ لاتا تھا اب سارا غرور مٹی میں مل گیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر: زمانے کی گردش سے چارا نہیں ہے
زمانہ ہمارا تمہارا نہیں ہے

خواجہ حیدر علی آتش

غزل نمبرا

تعارفِ شاعر: خواجہ حیدر علی آتش: خواجہ حیدر علی آتش صرف خدوخال کی شاعری نہیں بلکہ اُمید، خوشی اور کیفیات کی شاعری ہے وہ غزل گوشاعر ہیں غزل میں ہی ان کا کمال ظاہر ہوتا ہے ان کی شاعری میں مرصع نگاری ہے۔

شعر: سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا انسان کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

فنی حسن: مطلع

مفہوم:
کچھ کرنا ہو تو دیکھا جائے خلق غائبانہ اس کے بارے میں کیا رائے رکھتی ہے۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

تشریح:

یہ شعر خواجہ حیدر علی آتش کی غزل کا مطلع ہے۔ جس میں انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ ہم لوگوں کے درمیان رہ کر جس طرح کا رویہ اختیار کرتے ہیں جیسا عمل کرتے ہیں لوگ ہمیں اسی طرح سے یاد کرتے ہیں۔ اگر ہمیں اپنے بارے میں جاننا ہے کہ لوگ ہمارے بارے میں کیا سوچ رکھتے ہیں تو ہمیں ان کے خیالات اپنے بارے میں جاننے کی کوشش کرنا چاہئے تا کہ اگر ہمارے اعمال لوگوں کو پسند نہیں اور ان کی رائے ہمارے بارے میں بہتر نہیں تو اپنے اعمال درست کریں کیونکہ اکثر حاکموں اور بادشاہوں کے اردگرد چاپلوسی لوگوں کا مجمع لگا رہتا ہے۔

مماثل شعر:

بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو
زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

JOIN FOR MORE!!!

شعر:

زیرِ زمین سے آتا ہے جو گل وسوزر بہ کف
قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

فنی خوبی: تلمیح۔

حسنِ تعلیل:

مرکزی خیال: جیسا بیج ہوگا وہی پھل دے گا۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے قارون کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بے پناہ دولت سے نوازا وہ جہاں سے گزرتا تھا اپنی دولت راستے میں لٹاتا جاتا تھا اس کی دولت کی فراوانی کا یہ ثبوت تھا کہ اس کی دولت زمین پر بکھری رہتی تھی۔ آتش نے اس مضمون سے کئی نئے انداز اختیار کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان مہکتے ہوئے پھولوں کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کہ پھولوں کے اندرونی حصے میں جو سنہرے دانے نظر آتے ہیں وہ دمک رہے ہیں وہ دراصل اس خزانے کا حصہ ہے قارون بادشاہ کے ساتھ زمین میں غرق ہو گئے تھے۔ اب وہ پھولوں کے ساتھ ظاہر ہو رہے ہیں۔

DHAKA COACHING CENTRE

مماثل شعر: اس پرعمرا ب اس کو خانہ خرابی کہو کہ جموری
زمین میں ساتھ خزانے دھنس گیا قارون

شعر: اُڑتا ہے شوقِ راحت منزل سے اسپ عمر
مہمیز کہتے ہیں کسے اور تازیانہ کیا!

فنی خوبی: کنایہ۔

مفہوم: عمر تیزی سے گزرتی جارہی ہے۔

JOIN FOR MORE!!

تشریح: اس شعر میں شاعر کہہ رہا ہے کہ زندگی تیزی سے گزرتی جارہی ہے عمر کا گھوڑا اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں یہ زندگی کا گھوڑا بڑی ذوق وشوق سے منزل کی جانب رواں دواں ہیں زندگی دراصل مختصر اور وقتی ہے زندگی ہی اصل منزل موت ہے لہٰذا منزل کو پانے کے لئے ہر کوئی خوشی سے اس کی جانب مائل ہوتا ہے زندگی ایک گھوڑے کی مانند ہے جیسے تیز دوڑنے کے لئے کسی چابک کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مماثل شعر: سمندِ عمر کو اللہ رے شوقِ آسائش
عناں گستہ و بے اختیار راہ میں ہے

شعر: آتی ہے کس طرح سے مرحِ قبضِ روح کو
دیکھو تو موت ڈھونڈ رہی ہے بہانہ کیا

مفہوم: موت کو کوئی نہ کوئی بہانہ مل ہی جاتا ہے۔

تشریح: اس شعر میں شاعر اس حقیقت کو بیان کر رہے ہیں کہ موت کا وقت مقرر اور وجہ مقرر ہے۔ وہ اپنے شکار کو لے جانے کا بہانہ ڈھونڈ لیتی ہے لہٰذا میری موت بھی میری روح کو قبض کرنے کے لئے بہانے ڈھونڈ رہی ہے۔ ہر انسان فانی ہے اور جو اس دنیا میں آیا ہے اسی موت اپنے ساتھ لے کر ہی جائے گی میری موت بھی میرا پیچھا کر رہی ہے یہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔

غزل نمبر۲

مماثل شعر: زندگی بھی تو پشیماں ہے، یہاں لا کے مجھے
ڈھونڈتی ہے کوئی حیلہ میرے مرجانے کا

شعر: اخیر ہو گئے غفلت میں دن جوانی کے
بہارِ عمر ہوئی کب خزاں، نہیں معلوم

JOIN FOR MORE!!!

فنی حسن: صفت تضاد۔

مفہوم: بے مقصد زندگی گزارنے پر نادم ہے۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر اپنی بے مقصد زندگی کے گزارنے پر شرمسار ہے کہ اسے علم ہی نہ ہوا کہ کب عمر ڈھل گئی اور کب موت کی دہلیز پر قدم رکھ دیئے اب نادم ہونے کا کوئی حال نہیں۔ جوانی کا زمانہ انسان کی زندگی کا سب سے حسین اور گمراہ کن ہوتا ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے جب انسان کو اپنی خبر نہیں ہوتی ہر نفع ونقصان سے عاری زندگی عیش وآرام سے مگن ہو کر گزارتا ہے جب اس بہار پر خزاں آتی ہے تب عمر کے گزر جانے کا علم ہوتا ہے۔

مماثل شعر: عہدِ جوانی رو رو کر کاٹا پیری میں لیں آنکھیں موند
یعنی سات بہت تھے جاتے، صبح ہوئی آرام کیا

تعارف شاعر:

خواجہ حیدر علی آتش: خواجہ حیدر علی آتش صرف خدوخال کی شاعری نہیں بلکہ اُمید، خوشی اور کیفیات کی شاعری ہے وہ غزل گو شاعر ہیں غزل میں ہی ان کا کمال ظاہر ہوتا ہے ان کی شاعری میں مرصع نگاری ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

شعر: چمن میں اپنے دے کون آشیاں نہیں معلوم
نہال کس کو کرے، باغ باں نہیں معلوم

فنی خوبی: مطلع، استعارہ۔

مفہوم: حالاتِ زمانہ، زمانہ کی گردش کا نتیجہ ہے۔ قدرت کے کاموں میں کسی کو دخل نہیں۔

تشریح: اس شعر میں شاعر چمن کو محبوب کی محفل کے استعارہ بیان کیا ہے۔ اسکے علاوہ یہاں تجاہل عارفانہ کی بھی صفت موجود ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محبوب ان پر ہی کرم کرے گا جو اس سے تعلق رکھتے ہیں لیکن وہ انجان بن کر محبوب کے لطف و کرم کا متلاشی ہے۔

اسی طرح اس دنیا کے باغ کا رکھوالا اللہ تعالیٰ ہے وہ جسے چاہے آباد کرے اور خوشیاں اور رنگوں سے زندگی بھر دے سب اس سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر: گل پھینکے ہیں عالم کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ برانداز چمن کچھ ادھر بھی

﴿مرزا اسد اللہ خان غالب﴾

غزل نمبر ۱

شعر: دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

تعارف شاعر:

فنی حسن: مطلع۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

مفہوم:
عشق کی دوا کسی کے پاس نہیں یہ لاعلاج مرض ہے۔

تشریح:
اس شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ جب میں عشق مرض میں مبتلا ہوا ہوں میرا دل میرے بس میں نہیں سمجھ نہیں آتا کہ کس طرح اس کو راہ راست پر لایا جائے۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر:
درد ہو دل میں تو دوا کیجئے
جو دل ہی نہ ہو تو کیا کیجئے

شعر:
میں بھی منہ میں زباں رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

مفہوم: محبوب کی غفلت اور لاپرواہی کا ذکر ہے۔

تشریح:
اس شعر میں غالب فرماتے ہیں کہ ہمارا محبوب غافل اور لاپرواہ ہے وہ ہمارے حال دل سے واقف نہیں ہے اور اگر وہ اس حال دل کو جاننا چاہئے ہم بھی اپنے حالِ دل سے اس کو آگاہ کرے اپنے دل پر گزرنے والے احوال اس کے سامنے بیان کریں۔

مماثل شعر:
یاد گر پوچھے تو کیجئے کچھ عرض
بات پر بات کہی جاتی ہے

غزل نمبر۲

DHAKA COACHING CENTRE

شعر: دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں

فنی حسن: مطلع۔

مفہوم: محبوب کی سنگ دلی پر ہم آنسو بہائیں گے۔

تشریح:

اس شعر میں مرزا غالب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دردمند دل عطا کیا ہے ہر برے سلوک کا ردِعمل ہوتا ہے اسی طرح ہمارے آنسو بھی ہمارے ساتھ ہونے والے سلوک کا ردِعمل ہیں کیونکہ ہم انسان ہیں محبوب کے ہر ظلم وستم پر ہماری آنکھوں سے آنسو رواں رہیں گے۔

JOIN FOR MORE!!!

مماثل شعر: ایک دل پتھر ہے اور ایک دل بن جائے موم
آخر اتنا فرق کیوں تقسیم آب وگِل میں

شعر: قیدِ حیات و بندِ غم، اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی، غم سے نجات پائے کیوں

فنی حسن: فلسفہ جبر وقدر۔

مفہوم: زندگی مشکلات سے جان چھڑانا ناممکن ہے۔

تشریح:

شاعر کا کہنا ہے کہ حیات کی ضد اور غم بند دراصل دونوں ایک ہی ہے دونوں میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے جو آدمی زندگی کی قید میں ہے وہ ہمیشہ مصائب و آرام میں مبتلا رہتا ہے اور جو شخص مشکلوں میں گرفتار ہے وہ رنج وغم میں پھنسا رہتا ہے گویا انسان جب تک زندہ ہے اس کو غم سے نجات نہیں مل سکتی۔ اور جب موت آئے گی تو غم بھی نہیں رہے گا۔

مماثل شعر: غم اگرچہ جاں گسل ہے، پہ بچیں کہاں کہ دل ہے
غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

DHAKA COACHING CENTRE

﴿حسرت موہانی﴾

غزل نمبر۱

تعارفِ شاعر: مسیحائے غزل حسرت موہانی کا اصل سرمایہ ان کی عشقیہ شاعری ہے انھوں نے اردو غزل کو سچ بولنا سکھایا۔ اردو غزل میں نئی روائتوں میں اضافہ کیا۔ اردو غزل کی ساکھ کو بحال کیا۔ دبستان دہلی کے جذبات کی ترجمانی کی۔

شعر۔

اپنا سا شوق اوروں میں لائیں کہاں سے ہم
گھبرا گئے ہیں بے دلی ہم رہاں سے ہم

JOIN
FOR
MORE!!!

فنی حسن: مطلع۔

مفہوم: اپنے ہم نواؤں کی بے رخی کا شکوہ کررہے ہیں۔

تشریح:

شاعر کہتے ہیں کہ محبت کا جو جذبہ ہمارے دل میں موجزن ہے ہم یہ شوق اپنے محبوب میں کیسے پیدا کر سکتے ہیں۔ محبوب کی بے دلی اور سرد میری بے دلی سے کام لے رہا ہے۔ حسرت دراصل شاعر اور تحریک پاکستان اور آزادی کے سرگرم مجاہد تھے اس راہ میں آنے والی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے وہ اپنے ساتھیوں کا ذکر کررہے ہیں کہ میں تو آزادی کی جنگ جوش وخروش سے لڑ رہا ہوں لیکن اپنا جیسا جذبہ ان میں کہاسے لاؤں لیکن میں ان کی بے دلی سے گھبرا گیا ہوں۔

مماثل شعر:

یہ ادائے بے نیازی تجھے بے وفا مبارک
مسکرا ایسی بے رخی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے

شعر۔

ہے انتہائے یاس بھی ایک ابتدائے شوق
پھر آگئے وہیں پہ، چلے تھے جہاں سے ہم

فنی حسن: صنعتِ تضاد۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

مفہوم: محبت کی منزل میں انسان کی نفسیاتی کیفیت بیان ہے۔

تشریح:

اس شعر میں ان کیفیات کا ذکر ہے کہ جب انسان کے پاس کھونے کو کچھ نہ ہوتو وہ مایوسی کی انتہاء پر پہنچ جاتا ہے بے خوف ونڈر ہو جاتا ہے پھر یہ ناکامی نیا جوش وجذبہ پیدا کرتی ہے شاعر کہتا ہے کہ جب میں نے محبت کا آغاز کیا تو راہ میں آنے والی مشکلات کی وجہ سے مایوسی کی انتہا پر پہنچ گیا اور جب تمام راستے بند ہو گئے تو مسلسل ناکامی نے بے خوف کر دیا اور اب میں اُسی مقام پر ہو جہاں سے ابتداء کی تھی۔

مماثل شعر: ایک اور دریا کا سامنا تھا منیرؔ مجھ کو
میں ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا

JOIN FOR MORE!!!

﴿داغ دہلوی﴾

غزل نمبر

شعر: اب دل ہے مقام بے کسی کا
یوں گھر نہ تباہ ہو کسی کا

تعارفِ شاعر: داغ بنیادی طور پر ایک غزل گو شاعر ہیں ان کی اصل پہچان غزل ہے انہوں نے فارسیت سے ہٹا کر عام بول چال کی زبان اور روزمرہ محاوروں میں شاعری کی طرح خاص وعام کو اپنے سے قریب کیا۔

فنی حسن: مطلع۔

مفہوم: محبت کی جدائی محبت کی تباہی کا سبب ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

تشریح:

اس شعر میں شاعر اپنی دلی کیفیات کو بیان کر رہے ہیں کہ میرا دل محبت میں ناکامی اور محبوب کی جدائی کی وجہ سے بالکل اجڑ چکا ہے محبت نے مجھے برباد کیا جب تک دل میں محبوب بسا تھا دل چراغ کی مانند پر رونق تھا اس کے جانے سے یہ ویران و برباد ہو گیا یہ بات ان کے لئے پریشانی کا باعث ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں ان کی طرح کوئی محبت میں اس طرح دکھ میں مبتلا نہ ہو۔

مماثل شعر:

ہمارے گھر کی دیواروں پر ناصر
اداسی بال کھولے کھڑی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

شعر۔

آغاز کو کون پوچھتا ہے
انجام اچھا ہو آرسی کا

فنی حسن: حسنِ تضاد۔

مفہوم: انسانی زندگی کے آغاز و انجام کی وضاحت کہ آدمی خاتمہ بالخیر ہونا چاہیے۔

تشریح:

یہ شعر سہل ممتنع کی عمدہ مثال ہے۔ یہ شعر امید اور رجائیت لئے ہوئے ہیں اس شعر میں شاعر انسان کی زندگی کے سفر کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسان کے آغاز کے بارے میں کوئی نہیں پوچھتا لیکن اس کا خاتمہ بالخیر ہونا چاہئے کہ اسے ہی لوگ یاد رکھتے ہیں کامیابی ہی اس کی پہچان ہے وقتی ناکامیوں سے نا امید نہیں ہونا چاہئے انسان کا اخیر اس بات کا گواہ ہونا ہے کہ اس نے معاشرے کو کیا دیا۔

مماثل شعر:

ہم بزم میں ان کی چپکے بیٹھے
منہ دیکھتے ہیں ہر آدمی کا

DHAKA COACHING CENTRE

JOIN FOR MORE!!!

شعری اصطلاحات کی تعریفیں

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

۱۔ ردیف:

ردیف کے لغوی معنی ہیں ''گھوڑے سوار کے پیچھے بیٹھنے والا'' شعری اصطلاح میں ردیف سے مراد وہ لفظ یا الفاظ کا مجموعہ قافیے کے بعد آئیں اور بالکل یکساں ہوں۔

مثال کے طور پر:

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی
موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

ان اشعار میں ''بر''، ''نظر'' اور ''بھر'' قافیے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

۲۔ قافیہ:

قافیہ کے لغوی معنی ہیں ''مسلسل آنے والا''۔ شعری اصطلاح میں قافیے سے مراد وہ لفظ یا مجموعہ الفاظ ہے جو شعر کے آخر میں سے پہلے استعمال ہوا اور ہم آواز ہوں۔ ردیف کا ہر مصرعے میں ہونا لازمی نہیں ہے۔ بعض صورتوں میں شعر کے دونوں مصرعوں میں ہے اور بعض صورتوں میں ہر شعر کے مصرعہ ثانی ہیں۔

مثال کے طور پر:

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

اس شعر میں ''قلم'' اور ''رقم'' قافیہ ہیں۔ ایک اور مثال پیش ہے۔

دشمنوں نے جو دشمنی کی ہے
دوستوں نے بھی کیا کمی کی ہے

اس شعر میں ''دشمنی'' اور ''کمی'' قافیہ ہیں۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

DHAKA COACHING CENTRE

۳۔ صفت تضاد:

اس صفت کو صفت تقابل بھی کہتے ہیں۔ صفت تضاد شاعری میں اس صفت کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ایک شعر میں دو یا دو متضاد الفاظ استعمال کئے جائیں۔ مثلاً: زمین اور آسمان، اندھیرا اور اُجالا۔

مثال کے طور پر:

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

اس شعر میں ''صبح'' اور ''شام'' متضاد الفاظ ہیں۔ ایک اور مثال پیش ہے۔

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

JOIN FOR MORE!!!

اس شعر میں ''دن'' اور ''رات'' متضاد الفاظ ہیں۔

۴۔ مطلع:

مطلع لفظ 'طلوع' سے تعلق رکھتا ہے جس کے معنی ہیں ابتداء کرنا۔ شعری اصطلاح میں غزل کے پہلے شعر کو مطلع کہا جاتا ہے۔ عام طور پر مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ اگر ایک کے بعد دوسرا مطلع آئے تو اسے حُسن مطلع کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر درد کے ایک غزل کا مطلع ہے۔

ہے غلط گر گمان میں کچھ ہے
تجھ سواء بھی جہان میں کچھ ہے

میر کے غزل کا مطلع بھی ملاحظہ فرمائیے

اُلٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوانے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

۵۔ مقطع:

مقطع لفظ 'قطع' سے تعلق رکھتا ہے جس کے معنی ہیں تعلق توڑنا یا اختتام کرنا۔ شعری اصطلاح میں غزل کے آخری شعر کو مقطع کہا جاتا ہے۔ مقطع میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔

مثال کے طور پر غالب کی غزل کا مقطع ہے۔

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے

ناصر کاظمی کی غزل کا ایک مقطع ملاحظہ فرمایئے۔

وقت اچھا بھی آئے گا ناصر
غم نہ کر زندگی پڑی ہے ابھی

JOIN FOR MORE!!!

۵۔ تلمیح:

تلمیح کے لغوی معنی ہیں اشارہ کرنا۔ شعری اصطلاح میں تلمیح سے مراد ہے کہ لفظ یا مجموعہ الفاظ کے ذریعے کیس تاریخی، سیاسی، اخلاقی یا مذہبی واقعے کی طرف اشارہ کیا جائے۔ تلمیح کے استعمال سے شعر کے معنوں میں وسعت اور حسن پیدا ہوتا ہے۔ مطالعہ شعر کے بعد پورا واقعہ قاری کے ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے۔

مثال کے طور پر غالب کا ایک شعر ہے۔

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

اس شعر میں اُس واقعے کی طرف اشارہ ہے جب حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ اس خواہش کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے تجلی ظاہر کی جس کی تاب نہ لاتے ہوئے آپؑ بے ہوش ہو گئے اور کوہ طور جل ہو گیا۔

ایک اور مثال ہے۔

مندرجہ بالا شعر میں حضر ابراہیمؑ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ بادشاہ نمرود آپؑ کو آگ میں جلا دینے کی دھمکی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے آگے سجدہ کرو۔ حضرت ابراہیمؑ کے سامنے سجدہ کنرے کے بجائے آگ میں کود پڑتے ہیں اور آپؑ کے لئے گلشن بن جاتی ہے۔

DHAKA COACHING CENTRE

۶۔ مبالغہ:

مبالغہ کے لغوی معنی ہیں ' حد سے بڑھنا۔ شعری اصطلاح میں مبالغہ اس صفت کا نام ہے جس کے ذریعے کسی شے یا شخص کی زیادہ تعریف یا مذمت کی جاتی ہے۔ اگر مبالغہ صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو شعر کا حسن نکھر جاتا ہے۔

مثال کے طور پر

کل رات ہجر یار میں رویا میں اس قدر
چوتھے فلک پہ پہنچا تھا پانی کمر کمر

اس شعر میں شاعر نے آنسوؤں کے لئے مبالغہ استعمال کیا ہے ایسی بات بیان کی ہے جو حقیقتاً ممکن نہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

۷۔ تشبیہ:

تشبیہ کا تعلق لفظ 'مشابہت' سے ہے جس کے معنی ہیں کسی خصوصیت میں ایک جیسا ہونا۔ اصطلاح میں تشبیہ سے مراد ہے کہ چیزوں کو کسی مشترکہ صفت کی بنیاد پر ایک دوسرے کی مانند قرار دیا جائے۔

ارکان تشبیہ

اراکین تشبیہ درج ذیل ہیں۔

مشبہ : جس شے یا شخص کو تشبیہ دی جائے اسے مشّبہ کہتے ہیں۔

مشّبہ بہ : جس شے یا شخص سے تشبیہ دی جائے اسے مشّبہ بہ کہتے ہیں۔

حرف تشبیہ : جو حرف تشبیہ دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے وہ حرف تشبیہ کہلاتا ہیں۔

وجہ تشبیہ : جس وجہ یا صفت کی بناء پر تشبیہ دی جائے اسے وجہ تشبیہ کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر مندرجہ ذیل شعر میں ٹوٹے ہوئے دل کو ٹوٹے ہوئے پیالے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

کسی نے مول نہ پوچھا دل شکستہ کا
کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا

BS-15/1, F.B. Area, Karimabad, Karachi.
Ph: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK

DHAKA COACHING CENTRE

اس شعر کے ارکان تشبیہ یہ ہیں۔ مشبہ: دل شکستہ، مشبہ بہ: ٹوٹا پیالہ، حرف تشبیہ موجود نہیں ہے، وجہ تشبیہ: دونوں کا شکستہ یا بے قیمت ہونا۔ ایک اور مثال پیش ہے۔

نازکی اس کی لب کی کیا کہیے
پنکھڑی ایک گلاب کی سی ہے

اس شعر میں شاعر محبوب کے ہونٹوں کو گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دے رہا ہے۔ ارکان تشبیہ یہ ہے۔ مشبہ: محبوب کا لب، مشبہ بہ: گلاب کی پنکھڑی، حرف تشبیہ: کی سی، وجہ تشبیہ: نازکی گلابی رنگت۔

JOIN FOR MORE!!!

۸۔ استعارہ:

استعارہ کے لغوی معنی ہیں 'ادھار لینا'۔ شعری اصطلاح میں استعارہ وہ صفت ہے جس کے تحت کسی لفظ کو اس کے حقیقی معنوں سے ہٹ کر کسی اور شے سے مشابہت کی وجہ سے اس کی مجازی معنوں میں استعمال کیا جائے۔ مثال کے طور پر

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے

اس شعر کہ پہلے مصرعے میں استعارہ استعمال کیا گیا ہے اور حضرت حسینؓ کے لئے شیر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

ارکان استعارہ۔

۹۔ غزل:

شاعری الفاظ کی ایک خاص ترتیب کا نام ہے۔ غزل شاعری کا ایک رکن ہے جس کے لغوی معنی ہیں "عورت سے باتیں کرنا"۔ شعری اصطلاح میں غزل سے مراد ایسے اشعار کا مجموعہ ہے جس کا ہر شعر ایک مکمل بات کی ترجمانی کرتا ہو۔ اس رکن کے ذریعے انسانی احساسات اور جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ غزل کے لئے کوئی عنوان ہونا ضروری نہیں ہے۔ غزل کا پہلا شعر مطلع اور آخری شعر مقطع کہلاتا ہے۔ اس میں تشبیہ، استعارہ، مبالغہ، صنعت تضاد و دیگر صفات و صنعات استعمال کی جاتی ہیں۔

BS-15/1, F.B. AREA, KARIMABAD, KARACHI.
PH: 36826381, 36826389

WWW.DHAKAGROUP.EDU.PK